New Era Magazine

نیو ایرا اسپیشل

لکھا تھا جو نصیبوں میں

از قلم ام عباس

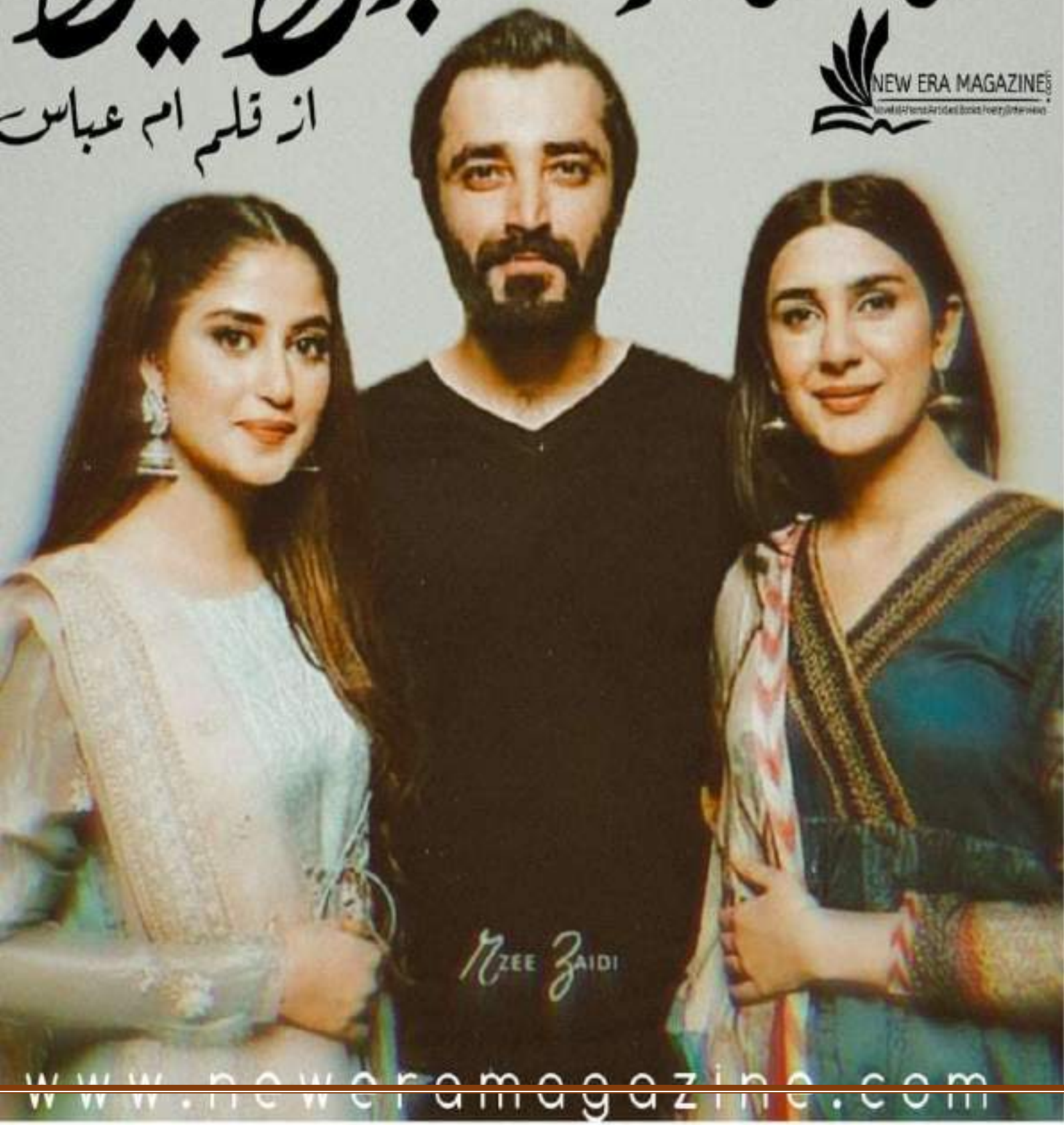

www.neweramagazine.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

(ویب اسپیشل ناول)

لکھا تھا جو نصیبوں میں

ازام عبّاس

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

ام عبّاس نے یہ ناول (لکھا تھا جو نصیبوں میں) صرف اور صرف نیوایرا میگزین (New Era Magazine) کیلئے لکھا ہے۔اس ناول (لکھا تھا جو نصیبوں میں) کے تمام جملہ و حقوق بمعہ مصنفہ کے نام صرف اور صرف نیوایرا میگزین (New Era Magazine) کے نام محفوظ کیے جاتے ہیں۔ لہذا کسی بھی ادارے، ڈائجسٹ، سوشل میڈیا، ویب سائٹ یا کوئی بھی فرد بمعہ مصنف کو اس کا کوئی بھی حصہ کسی بھی صورت میں شائع کرنے کی سخت ممانعت ہے۔ عمل درآمد نہ کرنے کی صورت میں قانونی کاروائی کی جائے گی۔

شکریہ

ادارہ: نیوایرا میگزین

****

Copyright by New Era Magazine

وہ خوش تھی بے تحاشہ خوش۔ بچپن سے آنکھوں میں سجائے گئے خواب پایہ تکمیل تک پہنچ جائیں تو خوشی چہرے کے خدوخال میں کس طرح کھلکھلاتی ہے کوئی مہر ماہ تبریز شاہ کو دیکھ لیتا تو مسکرا کر ایمان لے آتا۔ سرخ لہنگے میں سجی عروسی لوازمات سے لیس وہ اپنی ازلی خوب صورتی کے باعث آسمان سے اتری حور تو لگتی ہی تھی مگر چہرے پر چھائی مسرت اور انگ انگ سے پھوٹتی انبساط کی لہر اسے اور بھی حسین بنا رہی تھی ۔سب کے تعریفی کلمات اس نے صبح سے ہی متبسم لبوں اور جھکی آنکھوں سے سر کو ذرا خم دیتے بڑی ادا سے سنے تھے۔ اسکی سبھی کزنز اور سہیلیاں میٹھی میٹھی سرگوشیوں سے کہیں بار اسکا دل دھڑکا چکی تھیں۔ جب بھی کوئی اسکے کان کے قریب جذبوں کے سروں میں ارتعاش پیدا کرتی کوئی مہکتی، گنگناتی سی دھن چھیڑتا تو دلکش ورعنا کٹاؤدار سرخ یاقوتی ہونٹوں پر اک شرمگیں سی مسکان آکر ٹھہرتی خود پر نازاں ہونے لگتی۔ وہ ہر ایک کے لئے قابل رشک تھی جو کسی ریاست کی شہزادی جیسی تھی۔ ہر دل عزیز ،ہر دل پر قابض۔ زندگی کی مہربان کوکھ میں اسکے لئے خوشیوں کا سدا اک انبار رہا تھا ۔بے پناہ پیار کرنے والے رشتے، اسکی ہر خواہش کو پورا کرنے کو ہر دم تیار باپ بھائی ۔ہاتھ کا چھالا بنا کر رکھنے والی نرم خو سی ماں۔ تایا کی آنکھ کی ٹھنڈک توتائی کی نرم آغوش میں پلی مہر ماہ خود پر نازاں نہ ہوتی تو کیا ہوتی۔

Copyright by New Era Magazine

اتنی ساری محبتوں نے مل کر اسے بگاڑا تو نہیں تھا مگر اپنی قدر و منزلت سے بخوبی آگاہ کر دیا تھا۔اس کی خود پسندی اور ضدی طبیعت کبھی کبھار شاہ حویلی کے مردوں کو بھی مات دینے لگتی تھی۔نرم گو سی مہر ماہ شاہ جب کبھی ضد پر اڑ جاتی تو پتھر کی لکیر ثابت ہوتی جسے اپنی بات سے پیچھے ہٹانا ناممکن ہو جایا کرتا تھا۔

وہ خوبصورت تھی تو نصیب بھی حسین ترین سیاہی سے بڑے جلی حروف میں لکھوا کر لائی تھی۔اور آج کے دن کی تو بات ہی کچھ اور تھی۔بہت چھوٹی عمر سے جب آنکھوں میں خوابوں کا بسیرا ابھی نہیں تھا۔گھر میں ہونے والی بڑوں کی ہلکی ہلکی سی سرگوشیوں نے ایک چہرہ دل کے آئینے میں جگمگا دیا تھا۔وہ چہرہ ضامن شمریز شاہ کا تھا۔اسکے تایا کا چھوٹا سپوت۔خاندان کا سب سے ہونہار لڑکا۔پہلے تعلیم اور پھر سرکاری نوکری کی وجہ سے وہ زیادہ تر شہر ہی رہا تھا۔اکیس گریڈ کا افسر دفتر خارجہ اسلام آباد میں تعینات تھا ۔رہائش سے لے کر نوکر چاکر تک ہر قسم کی سہولت میسر تھی۔خوبروئی تو وراثت میں ملی تھی ہی کچھ شہری رکھ رکھاؤ اور طبیعت کی سنجیدگی نے اسکی سوبر سی شخصیت کو اور بھی چار چاند لگا دیے تھے۔

مہر ماہ گھر بھر میں بچپن سے سنتی آئی تھی وہ اسکی منگ ہے۔مگر اسکی طرف سے کبھی کسی قسم کی پیش رفت نہیں کی گئی تھی۔ایک ہی حویلی میں رہنے کے باعث جب کبھی

Copyright by New Era Magazine

بھی وہ گاؤں آتا تو سامنا تو ضرور ہوتا تھا۔ایسے میں حال احوال سے بات کبھی آگے نہیں بڑھی تھی۔نہ نرم گرم نظروں سے جھلکتا کوئی تاثر،نہ کوئی ہونٹوں کے کناروں میں جذبوں کی لپک لئے کھیلتا تبسم۔بھابھی اسکا نام لے لے کر چھیڑتیں تو وہ کچھ نہ ہونے کے باوجود بھی حیا سے پلکیں جھکا دیتی۔وہ مزاجاً ہی ایسا تھا۔اس نے تو اسے کسی کے ساتھ بھی کبھی زیادہ ہنسی مذاق کرتے نہیں دیکھا تھا۔

اسکی سنجیدگی و محتاط طبیعت کے باوجود مہر ماہ کے دل میں کبھی اسکے لئے بدگمانی نے جنم نہیں لیا تھا۔پچھلی بار اسکی آمد پر جب تایا جان نے اچانک انکی شادی کا اعلان کیا تو مہر ماہ کے کانوں تک بھی چہ میگوئیاں پہنچی تھیں۔وہ فلحال شادی نہیں کرنا چاہتا تھا۔مگر تایا جان کے سامنے زیادہ دیر بحث بھی نہیں کر پایا تھا۔اسکے جانے کے بعد سے ہی حویلی میں شادی کی تیاریاں شروع کر دی گئی تھیں۔کل رات مھندی کی تقریب میں وہ گاؤں پہنچا تھا۔اور آج وہ دولہن بنی اسکے کمرے میں موجود تھی۔

سفید کاٹن کے کرتا شلوار اور پاؤں میں روایتی تلے والا کھسہ پہنے وہ جس گھڑی کمرے میں داخل ہوا تھا۔مہر ماہ کا جھکا سر کچھ بھی جھکتا چلا گیا تھا۔کتنی دیر گزری تھی وہ جو اس کو اپنے روبرو پانے کی توقع کیے شرم سے گلنار چہرہ لئے بیٹھی تھی۔نظریں اٹھا کر جالی دار سرخ دوپٹے میں سے دیکھنے لگی۔کمرہ خالی تھا۔بالکنی میں کھلنے والا دروازہ کھلا تھا جو

Copyright by New Era Magazine

کہ اسکی آمد سے پہلے بند تھا۔ پھر اسکے کانوں میں اسکی غیر واضح آواز پڑی تھی۔ وہ آہستہ آواز میں موبائل پر کسی سے بات کر رہا تھا۔ مہر ماہ نے اپنی حالت پر بے آواز ہنستے چہرہ اٹھایا تھا۔ اپنی کلائی میں سجی کانچ کی سرخ چوڑیوں سے کھیلتے وہ محو انتظار تھی۔ اس نے کبھی کسی کا اتنے دل سے انتظار نہیں کیا تھا۔ منتظر دل کی میٹھی سی چبھن اور آنے والی ساعتوں کی دلفریبی اسکا رواں رواں گداز کر رہی تھی۔ ہمیشہ ایک نظر ڈال کر نگاہیں جھکا لینے والا آج استحقاق کے رنگ لئے جب اسکا روپ دیکھے گا تو کیسے مبہوت ہو گا ان سیاہ آنکھوں میں کون کون سے رنگ اپنا عکس دکھائیں گے وہ دیکھنا چاہتی تھی ۔ وقت سرکتا جا رہا تھا۔ انتظار کی لذت اب کوفت میں بدلنے لگی تھی۔ وہ اسکی محبت میں باندی بننے کو تیار تو تھی مگر اسکے اندر کی شہزادی اب خفا ہونے لگی تھی۔ ایسی بھی کیا ضروری کال تھی جو ختم ہونے کا نام نہ لے رہی تھی۔ ٹھیک ہے وہ ایک حساس ادارے سے منسلک تھا۔ وقت بے وقت ایسی کالز اسے آنا ایک عام سی بات تھی۔ مگر آج کی رات کوئی عام رات تو نہ تھی۔ کیا اسکے آفس والوں کو نہیں پتہ تھا آج اسکی شادی ہے۔ یا وہ خود ہی اسکی طرف سے بے نیازی برتنے کی چاہ رکھتا تھا۔

Copyright by New Era Magazine

وہ مہر ماہ جو کبھی اس کی ریزرو نیچر سے خائف نہیں ہوئی تھی۔بیوی بنتے ہی اسکی پہلی پہلی بے اعتنائی پر دل برداشتہ ہونے لگی تھی۔ مخمور آنکھوں میں سجے نئے جیون اور جیون ساتھی سے جڑے سبھی خوش نما رنگ نمی کی دھند میں ڈگمگانے لگے تھے۔

"ٹھیک ہے کال کرنا ضروری ہوگا۔ مگر مجھے بتا بھی تو سکتے تھے۔ایک تو کمرے میں لیٹ آئے اوپر سے آدھے گھنٹے سے کال ہے کہ ختم ہونے کا نام نہیں لے رہی۔"

دل ہی دل شکایت کرتی وہ بستر سے نیچے اتری تھی۔چوڑیوں کی کھنکھناہٹ اور پائل کی چھنکار نے مل کر ماحول میں ناچتی خاموشی کو توڑا تھا۔بے دلی سے گھونگھٹ کے طور پر اوڑھایا گیا جالی دار دوپٹہ اتار کر بیڈ پر پھینکا۔کمرے میں کسی قسم کی پھولوں کی سجاوٹ نہیں کی گئی تھی۔بھابھی نے بتایا تھا ضامن نے سختی سے منع کر دیا ہے۔مگر پھر بھی سائیڈ ٹیبل پر تازہ پھولوں کے بکے رکھے گئے تھے۔مہر ماہ کو پہلی بار یہ بات بھی چبھی تھی۔

خفگی کے رنگ چہرے پر لئے وہ اپنا ٹیکا اتار رہی تھی جب بالکنی کے دروازے سے وہ اندر داخل ہوا تھا۔دروازہ بند کرتے ایک نظر اسکو دیکھا جو جان بوجھ کر اسے دیکھ کر بھی انجان بن گئی تھی۔چلتا ہوا اسکے سامنے آ کھڑا ہوا جواب بھی بے نیازی سے اپنے

Copyright by New Era Magazine

کانوں کے جھمکے کے ساتھ الجھ رہی تھی۔اسکے وجود سے اٹھتی بھینی بھینی مردانہ کلون کی مہک نے مہر ماہ شاہ کی پلکوں کو لرزایا تو تھا۔

"سوری۔دیر ہو گئی۔ایک ضروری کال کرنی تھی۔"نرم سی آواز میں کوئی خاص تاثر نہیں تھا مگر پھر بھی اتنی سی وضاحت ہی اسکا دل پگھلانے لگی تھی۔ نظریں گھما کر اسکا چہرہ دیکھا تھا۔تھکے تھکے سے چہرے پر سنجیدگی لئے وہ اسے معمول کا ضامن شاہ ہی لگا تھا
۔

"کوئی بات نہیں۔آپ چاہیں تو کچھ دیر اور اپنی ضروری کال پر بزی رہ سکتے ہیں۔میں یہی ہوں۔"آواز و انداز میں نمایاں خفگی لئے کہتی وہ اسکے پاس سے گزر جانے کو تھی
۔ضامن کے چہرے پر مسکراہٹ نے اپنی چھپ دکھائی تھی جب اسکے دونوں بازو پکڑ کر روکتے سامنے کھڑا رہنے پر مجبور کیا گیا تھا۔

"کہا تو ہے کال ضروری تھی۔میرے لئے میری ذمہ داری ہر حال میں مقدم ہے
۔میری زندگی کا ایک اصول ہے کوئی بھی ذمہ داری لو تو اسے محبت سے پوری ایمان داری سے نبھاؤ۔سر پر پڑا بوجھ سمجھ کر پھینکنا مجھے نہیں آتا۔اور اب سے تم بھی میری ذمہ داری ہو جسے میں آخری سانس تک پوری ایمان داری اور محبت سے نبھانے کی پوری کوشش کروں گا۔"

Copyright by New Era Magazine

اپنی پیشانی اسکی پیشانی سے نرمی سے ٹکراتے وہ بول بھی تو مدھم آواز میں رہا تھا مگر مہر ماہ کی دھڑکنوں میں طغیانی اس نرمی نے ہی برپا کر دی تھی۔

اس نے کوئی عہد و پیمان نہیں باندھے تھے۔نہ ہی کوئی محبتوں کے دیوان سنائے تھے ۔مگر مہر ماہ شاہ پھر بھی اسکی ہمنوائی میں سرشار تھی۔اگلی صبح وہ چہک رہی تھی۔ضامن شاہ اسکی کچی عمر کی پہلی پہلی چاہت تھا۔اسکے ساتھ نے،اسکی قربت نے اسے نکھار کر رکھ دیا تھا۔اپنی منہ دکھائی میں ملی ہیرے کی نازک سی انگوٹھی اترا کر بھابھیوں کو دکھاتے وہ سجی سنوری مسرور سی اپنی نظر اتارنے کی دعوت دے رہی تھی۔اسکی ماں نے کہیں نوٹ اسکے سر سے اسکی خوشیوں کے صدقے کے طور پر وار دیے تھے۔

. . . . . .

. .

ضامن شاہ صرف ایک ہفتے کی چھٹی لے کر آیا تھا۔اور وہ ایک ہفتہ پلک جھپکتے ہی کٹ گیا تھا۔کم از کم مہر ماہ کو تو ایسا ہی لگا تھا۔اگلی صبح اسکی واپسی تھی اور وہ پورا دن اداس اداس گھومتی رہی تھی۔رات کھانے کی میز پر سب اکٹھے بیٹھے تھے۔شمریز شاہ، تبریز شاہ،انکی بیویاں،بچے اور بہوئیں۔

Copyright by New Era Magazine

"میرے خیال میں ضامن اگر مہرو کو بھی ساتھ لے جائے تو بہتر ہو گا۔" کھانے کے دوران اچانک سے سر براہی کرسی پر براجمان شمریز شاہ کی آواز پر منہ میں چاولوں کا چمچ رکھتے ضامن نے جھکا سر اٹھایا تھا۔اسکے ساتھ بے دلی سے اپنی پلیٹ میں چمچ چلاتی مہرماہ نے امید بھری نظروں سے اسکی جانب دیکھا تھا جو چمچ پلیٹ میں رکھتا آرام سے نوالہ حلق سے نیچے اتارا تھا۔

"بابا جان فلحال یہ ممکن نہیں ہے۔میری ٹائمنگز کا بھی کچھ پتہ نہیں ہوتا۔اکثر و بیشتر کسی نہ کسی فارن ڈیلیگیشن کے آنے پر دیر سویر لگی رہتی ہے ایسے میں مہرماہ کا وہاں ملازموں کی موجودگی میں اکیلے رہنا میرے خیال میں مناسب نہیں ہے۔اور اسے عادت بھی نہیں ہے یوں سب سے کٹ کر رہنے کی تو ابھی اس بات کو رہنے دیتے ہیں کچھ وقت کے بعد میں دیکھوں گا اگر مناسب ہوا تو ضرور ساتھ لے جاؤں گا۔" ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ وہ پوری طرح باپ کی جانب متوجہ متانت و رسان سے جواز کے ساتھ انکار پیش کر گیا تھا۔مہرماہ کی آنکھوں میں جلتے امید کے دیپ مانند پڑ گئے تھے۔وہ اسی بے دلی سے واپس اپنی پلیٹ پر جھکی تھی۔شمریز شاہ نے اثبات میں سر ہلایا تھا۔

"ٹھیک کہہ رہا ہے ضامن۔ہماری مہرو کہاں رہ سکتی ہے اکیلے وہ تو دو دن میں ہی جھلی ہو جائے گی یاد نہیں آپ کو جب یونیورسٹی میں داخلے کی ضد کر کے ہوسٹل میں رہنے

Copyright by New Era Magazine

گئی تھی تو چار دن میں ہی بڑا بخار چڑھا کر رو رو کر واپس بھاگ آئی تھی۔اور حویلی کے مکینوں کا بھی اپنی چڑیا کے بغیر کیسے دل لگے گا۔"تبریز شاہ نے محبت پاش نظروں سے اپنی اکلوتی بیٹی کو دیکھتے ہوئے کہا تو مہر ماہ چہرہ اٹھا کر انہیں دیکھتی مسکرا دی۔یہ سچ تھا وہ کبھی ان سب سے دور نہیں رہی تھی۔انٹر کی پڑھائی کے بعد اس نے بضد ہو کر یونی میں داخلہ لیا تھا۔مگر ہوسٹل میں چند دن بھی سب سے دور نہیں رہ پائی تھی۔ٹائیفائیڈ کا شکار ہوتی وہ واپس حویلی بھاگی تھی اور آگے کی تعلیم پرائیویٹ ہی مکمل کی تھی۔مگر اب اس چڑیا کا دل بھی تو اس کے قابو میں نہیں رہا تھا۔ساتھ بیٹھے شخص کو دیکھی دل کے ساتھ دیکھا جو اب بھی اطمینان سے کھانے میں مگن تھا۔

رات کو اسکا بیگ تیار کرتے وہ بار بار اپنی آنکھوں کے گوشے خشک کر رہی تھی ۔حسب معمول وہ بالکنی میں کھڑا فون پر مصروف تھا۔بالکنی میں کھلنے والا دروازہ بند تھا ۔مگر مہر ماہ کو اب اس سے فرق نہیں پڑتا تھا وہ جانتی تھی وہ اپنے آفس کے کسی کام کی بابت بات کر رہا ہو گا۔اسکی آخری شرٹ بیگ میں رکھتے اس نے زپ بند کی تھی ساتھ ہی سیدھی ہو کر آنکھوں پر ہلکا سا دباؤ ڈال کر پلکوں کی نمی کو صاف کیا تھا۔جب وہ اندر داخل ہوا تھا۔اسے دیکھ کر تاسف سے سر جھٹکتا موبائل جیب میں منتقل کرتا اسکی طرف قدم بڑھا گیا۔

Copyright by New Era Magazine

"ایسے کیسے چلے گا مہر ماہ؟۔ تم جانتی تو تھی مجھے واپس جانا ہے۔اب یوں رو کر مجھے اپ سیٹ تو مت کرو۔" وہ جھنجھلایا ہوا لگتا تھا۔

"میں جان بوجھ کر تو نہیں کر رہی۔ خود ہی رونا آرہا ہے تو کیا کروں اب۔" اسکے ڈانٹ بھرے انداز نے اسے کچھ اور بھی روہانسی کیا تھا۔ شکوہ کرتی بے بسی نے ضامن کا دل بھی اک پل کے لئے موم کیا تھا۔

"میں پہلے بھی تو آتا جاتا رہتا تھا۔اب کچھ الگ تو نہیں ہونے لگا۔" اسکی خوب صورت آنکھوں میں تیرتی گلابی نمی نے اسکا لہجہ بھی گداز کر دیا تھا۔

"پہلے مجھے یوں آپ کی عادت نہیں تھی ناں۔" نظریں جھکا کر کہتے وہ اسے ہنسنے پر مجبور کر رہی تھی۔

"اچھا تو سات دن میں ہی اتنی عادت ہو گئی ہے مہر ماہ صاحبہ کو میری کہ میرے جانے پر وہ یوں آنسوؤں کی ندیاں بہایا کریں گی۔" اسکی ناک میں چمکتی لونگ کو چھوتے شرارت سے کہا گیا تھا۔

"پتہ نہیں مگر یہ مشکل ہے۔آپ واپس کب آئیں گے؟" چہرہ اٹھا کر لاچارگی سے سوال کیا گیا تھا۔ ضامن نے بدلے میں اسے یوں دیکھا تھا جیسے کسی بچے کی بے سروپا بات پر اسے دیکھا جاتا ہے۔ پھر سر جھٹک کر ہلکا سا ہنسا۔

Copyright by New Era Magazine

"کیا بچگانہ سوال ہے مہر ماہ۔ابھی میں گیا نہیں تو واپس آنے کا پہلے سے کیسے بتا سکتا ہوں ۔"ناچاہتے ہوئے بھی اسکا لہجہ سخت ہو گیا تھا۔مہر ماہ نے گلے میں اٹکے آنسوؤں کو پھانس کو اندر ہی اتارتے پلکیں جھپک کر وہاں سے ہٹ جانا ہی مناسب سمجھا تھا۔مزید اسکے سامنے رو کر وہ اسے خفا نہیں کرنا چاہتی تھی۔مگر اسکے جانے سے پہلے ہی وہ اسے روک چکا تھا۔

"میں جلدی آنے کی کوشش کروں گا۔مگر ایک تو جلدی چھٹی ملتی نہیں ہے دوسرا ویک اینڈ پر آنا میرے لئے مشکل ہو جاتا ہے۔ایک پورا دن تو پہنچنے میں لگ جاتا ہے شام گئے پہنچتا ہوں تو اگلی صبح پھر جلدی یہاں سے نکلنا پڑتا ہے۔اور پھر اگلے روز آفس بھی جانا ہوتا ہے تو سفر کی تھکاوٹ سے برا حال ہو رہا ہوتا ہے۔مگر پھر بھی میں وعدہ کرتا ہوں جیسے ہی ممکن ہوا میں پہلی فرصت میں واپس آؤں گا۔اب تو مسکرا دو۔یہ روتی دھوتی صورت دیکھ کر جاؤں گا تو جب کبھی یاد آؤ گی ایسے ہی تصور کے آئینے میں دکھائی دو گی۔"اسکے چہرے پر آئے بالوں کی لٹوں کو پیچھے کرتے وہ بول رہا تھا اور مہر ماہ یک ٹک اسکا چہرہ دیکھ رہی تھی۔ناز برداری کے ایسے انداز ضامن شاہ کی روکھی سوکھی شخصیت کے بھی جان لیوا تھے۔وہ تو دل و جاں سے پہلے ہی فریفتہ تھی اتنی سی دل لگی کے اظہار پر ہی اپنا آپ وار دینے کو تیار ہو گئی تھی۔نم پلکوں کے ساتھ اسکی پہلی پہلی

Copyright by New Era Magazine

فرمائش پوری کی گئی تھی۔ہونٹوں پر تبسم کی ہلکی سی لکیر کیا کبھی دھوپ چھاؤں کا دل فریب منظر ضامن شاہ کا دل بھی دھڑکا گیا تھا۔سرعت سے نظریں اسکے چہرے پر سے چراتے اسے اپنے حصار میں لے کر خود سے لگایا تھا۔اسکے سینے پر سر دھرتے وہ خود تو پر سکون ہو گئی تھی۔مگر سامنے والے کا سکون اپنے آنسوؤں کے ساتھ بہالے گئی تھی۔ضامن شاہ کے چہرے پر سوچ کی لکیریں بڑی واضح تھیں۔

. . . . . .

.

گاڑی جوں ہی اسلام آباد کے اس خوبصورت سے بنگلے میں داخل ہوئی تھی ۔ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھا چہرے پر تھکن کے تاثرات کے باوجود وہ شخص پورے دل سے مسکرا دیا تھا۔سامنے کا منظر اسکے لئے روح افزا تھا سفر کی ساری کثافت کو اسکے روم روم سے نکال کر رکھ دینے والا۔

وہ پچیس کے قریب قریب متناسب شکل وصورت کی مگر پیاری لڑکی تھی۔ہلکے گلابی نفیس سے سوٹ میں چہرے کی رنگت ذرا زرد لگتی تھی۔اسکا بھرا بھرا وجود اپنے اندر تخلیق کا موتی سموئے ہوئے تھا۔سامنے گاڑی سے نکلتے شخص کو دیکھ کر وہ نرم اور خوش آمدید سی مسکراہٹ چہرے پر سجائے آگے بڑھی تھی۔

Copyright by New Era Magazine

"اسلام علیکم۔" اسکے قریب آتے تیزی سے اسکی جانب بڑھتے اس شخص نے واچ مین کی موجودگی کے احساس سے محتاط مگر اپنائیت بھرے انداز میں اسے خود سے لگایا تھا اگلے ہی لمحے اس سے الگ ہوتے وہ مسکرا کر اس سے بات کرتا اندر کی جانب بڑھ گیا تھا۔

"تمہاری طبیعت کیسی ہے؟" اسکا زرد رنگ اسکے ماتھے پر لکیروں کا جال بچھانے کو کافی تھا۔ اندر داخل ہوتے ہی اس نے بھرپور نظروں سے اسکا جائزہ لیتے ہوئے پوچھا تھا۔

"میری طبیعت تو بالکل ٹھیک ہے الحمدللہ۔" اسکا بازو پکڑ کر زبردستی اسے صوفے پر بٹھایا گیا تھا۔ مگر وہ اسے بھی ساتھ بٹھا چکا تھا۔

"پھر مجھے کیوں نہیں لگ رہی؟" وہ جیسے اسکے جواب سے مطمئین نہیں ہوا تھا۔

"آپ خواہ مخواہ میں زیادہ فکر مند رہتے ہیں اس لئے نہیں لگ رہی۔"

خوش دلی سے کہتے ہوئے وہ مسکرائی تھی۔

"خیر ہم کل ڈاکٹر کے پاس جا رہے ہیں۔ میں خود ڈاکٹر سے بات کرتا ہوں۔"

"بس آتے ساتھ شروع ہو جایا کریں آپ ضامن۔ اب ہاتھ چھوڑیں میں پانی تو لا کر دوں آپ کو۔" چاہت بھرے انداز میں شکوہ کرتے وہ اپنے ہاتھ کی طرف اشارہ کر رہی تھی جو ابھی بھی اسکی گرفت میں قید تھا۔

Copyright by New Era Magazine

"پانی کی بوتل گاڑی میں موجود تھی۔تم آرام سے بیٹھی رہو یہاں بس۔خالہ کی طرف سے خود آئی ہو یا وہ چھوڑ گئی ہیں۔کہا بھی تھا میں آکر خود لے آؤں گا مگر تمہیں ہی چین نہیں ہے۔"اسکی کلاس ابھی ختم نہیں ہوئی تھی۔صوفے کی پشت سے ٹیک لگائے اکڑی ہوئی کمر کو ذرا سکون فراہم کرنے کی کوشش کی گئی تھی۔

"اکیلی نہیں آئی خالہ خود چھوڑ گئی ہیں۔اور مجھے اچھا لگتا ہے آپ کے آنے پر میں خود باہر کھڑی ہو کر آپ کو ویلکم کروں۔"اسکی صاف گوئی پر وہ بھی مسکرا دیا تھا۔اس کی محبتوں کے یہی چھوٹے چھوٹے انداز ہی تو اسے اپنا اسیر کر گئے تھے۔

"اب بتائیں گھر میں سب کیسے ہیں؟اور مہر ماہ کیسی ہے؟"اسکے اگلے سوال پر وہ بے آرام سا پیچھے ٹیک چھوڑتا سیدھا ہو کر بیٹھا تھا۔چہرے پر سے مسکراہٹ ایک ہی لمحے میں زائل ہوئی تھی۔

"سب ٹھیک ہیں ۔"وہ سنجیدہ ہوا۔

"اور وہ شادی پر کیسی لگ رہی تھی؟کتنا کہا میں نے ایک تصویر ہی بھیج دیں مجھے دیکھنا ہے وہ کیسی لگ رہی تھی مگر آپ بھلا کب مانتے ہیں میری بات۔ویسے تو مجھے پتہ ہے جتنی وہ پیاری ہے ماشاءاللہ لگ تو بڑی خوب صورت رہی ہو گی خیر آپ کے موبائل میں سب گھر والوں کی پکس تو ہوں گی ہی۔۔۔۔"وہ اپنی ہی دھن میں بولے جا رہی

Copyright by New Era Magazine

تھی اور ضامن بے بسی بھرے غصے سے اسکا چہرہ دیکھ رہا تھا۔اس کے لئے یہ مقام افسوس تھا یا خوشی وہ سمجھ نہیں پا رہا تھا۔اسکی بیوی کس قدر خوشی خوشی اسکی نئی نویلی دوسری بیوی کے بارے میں نہ صرف پوچھ رہی تھی بلکہ اسے دیکھنے کی بھی خواہش مند تھی۔

"فار گاڈ سیک سحر کیا ہم کوئی اور بات نہیں کر سکتے یار۔" وہ زیادہ دیر اس جتنے سکون کا مظاہرہ نہیں کر سکا تھا۔اسکی چلتی زبان کو بھی بریک لگی تھی۔

"کیا ہو گیا ہے اتنے ہائپر کیوں ہو رہے ہیں ضامن؟" وہ بے یقینی سے اسے دیکھ رہی تھی۔ضامن نے آنکھیں میچ کر ایک گہرا سانس خارج کیا۔

"میں پہلے ہی ڈسٹرب ہوں سحر۔پلیز تم مزید مت کرو۔کہیں نہ کہیں میں تم دونوں کے ساتھ ناانصافی کر گیا ہوں۔اس سے تو اچھا تھا میں گھر والوں کو تمہارے بارے میں بتا کر انکار کر دیتا زیادہ سے زیادہ کیا ہوتا۔وہ سب ناراض ہوتے مجھ سے تعلق واسطہ ختم کر دیتے مگر یہ سب وقتی ہوتا۔کبھی نہ کبھی تو معاف کر ہی دیتے۔لیکن یہ جو میں کر چکا ہوں ناں اس کے لئے میں خود کو معاف نہیں کر پا رہا کسی اور سے معافی کی امید کیا رکھوں۔" اسکا ہاتھ چھوڑتے اس نے دونوں ہاتھ اپنے چہرے پر پھیرے تھے۔

سحر نے ہونٹ بھینچ کر اسکے کندھے پر اپنا ہاتھ تسلی آمیز انداز میں رکھا تھا۔

Copyright by New Era Magazine

"اس سب میں آپ کی غلطی بھی تو نہیں ہے ضامن۔بس نصیب میں ہی ایسا ہونا لکھا تھا۔آپ نے تو کوئی بے ایمانی نہیں کی جو یوں خود کو دوش دے رہے ہیں۔میں ہی اچانک آپ کی زندگی میں آدھمکی تھی۔اس کی سزا مہرماہ کے معصوم دل کو کیوں ملتی ۔بخدا میں خوش ہوں۔میرے دل میں ذرا برابر ملال نہیں۔اگر ہوتا تو کیا میں خود آپ کو کہتی مہرماہ سے شادی کرنے کو۔وہ آپ کی زندگی میں مجھ سے پہلے سے تھی ۔بچپن کی منگ۔۔۔۔آپ تو کسی بھی لڑکی کا خواب ہو سکتے ہیں پھر کیسے ممکن تھا اس نے آپ سے منسوب ہو کر بھی آپ کے خواب اپنی آنکھوں میں نہ بنے ہوں۔میں کیسے وہ سارے خواب نوچ کر اپنی زندگی کی تعبیر حسین بنا لیتی۔بلکہ سچ کہوں تو پچھلے ایک سال سے جو بوجھ میرے دل پر دھرا تھا پچھلے سات دن میں وہ کہیں غائب ہو گیا ہے۔میں تو ایسے بھی خوش ہوں۔کبھی آپ سے کوئی ڈیمانڈ نہیں کروں گی کہ مجھے اپنے خاندان سے متعارف کروائیں۔میرے لئے آپکا نام آپ کی ہمسفری ہی سب کچھ ہے۔بس ایک التجا ہے آپ سے ضامن۔اگر کبھی مجھے کچھ ہو گیا تو میرے بچے کو خود سے جدا مت کیجئے گا۔اسے اپنے پاس ہی رکھئے گا۔"گلوگیر آواز میں کہتی وہ آخر میں اسے چونکا گئی تھی۔ضامن سیدھا ہوتا اسکی طرف جھکا تھا۔

Copyright by New Era Magazine

"ایسے کیوں کہہ رہی ہو سحر کوئی مسئلہ ہے۔یا ڈاکٹر نے کچھ کہا ہے؟"متفکر سا پوچھتا وہ اسے مسکرانے پر مجبور کر گیا تھا۔

"نہیں کہا ڈاکٹر نے کچھ بھی۔میں بس ایک سرسری سی بات کر رہی تھی۔"اسکی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے کہا گیا تھا۔ضامن نے خفگی سے اسے گھورتے ایک ہلکی سی چپت اسکے سر پر رسید کی تھی۔

"بس بونگیاں ہی مارتی رہا کرو تم۔جان نکال کر کہتی ہو سرسری سی بات کر رہی تھی ۔"جلے بھنے انداز میں کہتا وہ اٹھ کر اندر کمرے کی جانب بڑھ گیا تھا۔کھلکھلا کر ہنستی وہ اسے جاتا دیکھتی رہی تھی۔پھر خود بھی اٹھ کر اسکے پیچھے چل دی تھی۔توقع کے عین مطابق اسکی آواز اسکے پہلا قدم اٹھانے پر ہی سنائی دی تھی۔

"میرے کپڑے کون آکر نکالے گا۔"اسکی دہائی پر سر جھٹکتے وہ تیزی سے آگے بڑھی تھی۔

. . . . . .

Copyright by New Era Magazine

اس نے اندازہ لگایا تھا اب تک تو اسے پہنچے بھی کافی وقت ہو چکا ہو گا۔مایوس نظروں سے اپنے موبائل کی جانب دیکھا۔کیا ہوتا اگر وہ اسے پورے دن میں ایک کال یا میسج ہی کر دیتا۔یا وہاں پہنچ کر اپنے خیریت سے پہنچنے کی اطلاع۔اداسی کچھ اور بڑھی تھی۔آج وہ اداس تھی تو ہاتھوں میں چوڑیوں کو کھنکھناہٹ بھی پہلے جیسی نہیں تھی۔نجانے وہ کیسے اس کا حال دل جان گئی تھیں۔وہ کمرے سے باہر نکل آئی تھی۔یوں اکیلے بیٹھ کر مژدگی کا شکار ہونے سے بہتر تھا وہ سب کے ساتھ بیٹھتی کم از کم دل ہی ادھر ادھر ہو جاتا ۔

باہر بڑے کمرے میں مومن بھائی (ضامن کا بڑا بھائی) کے بیٹے کو اٹھائے وہ اس کے ساتھ مگن ہو گئی تو دل بھی تھوڑا بہل گیا تھا۔وہ آٹھ نو ماہ کا پیارا سا بچہ تھا اور مہرو کو تو بچے ویسے بھی بڑے اچھے لگتے تھے۔اسکے اپنے تین بھائی تھے تینوں شادی شدہ اور بچوں والے تھے۔جن میں سے سب سے بڑا ہاشم تو بیرون ملک ہوتا تھا اپنے بیوی بچوں کے ساتھ۔ایک بھائی حاکم کراچی میں مقیم تھا اور ایک بھائی حاطب یہی حویلی میں ہی رہتا تھا۔شمریز شاہ کی دو اولادیں ہی تھیں۔بڑا بیٹا مومن شاہ جسے اللہ نے شادی کے آٹھ سال بعد اولاد سے نوازا تھا اور اس کے بعد ضامن شاہ۔انکی اپنی زمینیں اور باغات تھے ۔جن کا سارا کام پہلے شمریز شاہ اور تبریز شاہ خود سنبھالا کرتے تھے۔اب مومن اور

Copyright by New Era Magazine

حاطب بھی پورا پورا ساتھ دے رہے تھے۔اس حویلی کے مکینوں کے لئے راوی چین ہی چین لکھ رہا تھا۔لیکن آنے والا وقت ساتھ کیا لے کر آتا ہے انسان اس سے بے خبر ہوتا ہے۔

"ضامن کی کال آئی تھی امی وہ خیریت سے پہنچ گیا ہے۔"

راہداری سے گزرتے مومن بھائی نے اسکے پاس ہی بیٹھی تائی جان کو اطلاع دی تھی اور اسکا دل کسی گہرے سمندر میں ڈوب کر ابھرا تھا۔تائی اس سے باتیں کر رہی تھیں۔وہ کچھ دیر بیٹھی رہی۔پھر جیسے ہی موقع ملا جھٹ سے اپنے کمرے کی راہ لی۔اپنا موبائل اٹھاتے اس کے چہرے پر بڑی خوب صورت سی مسکراہٹ تھی۔دل کہہ رہا تھا اس نے اسے بھی کال کی ہو گی۔مگر موبائل سکرین دیکھ کر وہ مسکراتے لب سمٹ گئے تھے ۔مہر ماہ شاہ کی نئی شادی اور اس سے جڑی ساری توقعات پر ضامن شاہ نے بالٹیاں بھر بھر کے پانی پھینکا تھا۔خوش فہمیوں کے غبارے میں سے ہوا نکلنے لگی تھی۔

رات سونے سے پہلے دل کے ہاتھوں مجبور ہو کر اس نے خود ہی اسے کال ملائی تھی ۔مہر ماہ شاہ جو خود ناراض ہو جائے تو پوری حویلی جتن کرتی تھی اسے منانے کے لئے ۔جس کی میں سب سے بڑی تھی۔ضامن شاہ کی بے رخی کے آگے اپنی میں تیاگ دینے کو بھی تیار ہو گئی تھی۔

Copyright by New Era Magazine

دوسری طرف بیپ جا رہی تھی۔اسکی چیزیں سنبھالتے سحر نے پاس بستر پر دھرا موبائل اٹھایا تھا۔مہرماہ کا نام دیکھ کر وہ جلدی سے باہر نکلی تھی۔ٹی وی لاؤنج میں وہ ٹاک شو لگائے ہاتھ میں چائے کا مگ پکڑے بیٹھا تھا۔

"مہرماہ کی کال ہے۔"موبائل اسکی طرف بڑھاتے کہہ کر وہ واپس مڑ گئی تھی۔ضامن شاہ اپنے آپ میں خفیف سا ہو کر رہ گیا۔وہاں وہ دن میں سحر سے سب سے نظر بچا کر دو تین بار سرسری سی کال کر کے حال احوال پوچھ لیا کرتا تھا۔مگر رات کو وہ لازمی اس سے تفصیلی بات کیا کرتا تھا۔تب اسے خفت محسوس نہیں ہوتی تھی۔کیوں کہ مہرماہ کے نزدیک وہ اپنے آفس کے کسی کام کو ڈسکس کر رہا ہوتا تھا۔مگر یہاں سحر اس کے بارے میں سب جانتی تھی ایسے میں اسے زیادہ آکورڈ لگ رہا تھا۔

موبائل بج بج کر چپ کر گیا تھا۔ٹی وی کی آواز کم کرتے اس نے خود ہی کال بیک کی تھی۔دوسری جانب سے فوری طور پر کال پک کر لی گئی تھی۔

"اسلام علیکم۔"اسکی آواز کی بے قراری نے ضامن شاہ کے دل کی کلفت کچھ اور بڑھائی تھی۔

"وعلیکم سلام۔کیسی ہو تم؟"

"میں ٹھیک ہوں۔آپ پہنچ گئے خیریت سے؟"

Copyright by New Era Magazine

"ہاں پہنچ گیا تھا۔" گردن گھما کر ایک نظر کمرے کے بند دروازے کو دیکھا جو کچھ دیر پہلے تک کھلا ہوا تھا۔اف سحر اور اسکی یہ مہربانیاں۔اسے حجل کرنے لگتے تھے۔

"آپ نے بتایا بھی نہیں۔۔۔۔اس لئے میں نے خود ہی کال کر لی۔" ہلکا سا ہنس کر اس نے جیسے گلہ کیا تھا ساتھ ہی اسکی چوڑیاں بھی بج اٹھی تھیں۔ضامن سیدھا ہوا تھا۔

"میں نے مومن بھائی کو انفارم کر دیا تھا۔" بالوں میں ہاتھ چلاتے وہ جلد از جلد بات ختم کرنا چاہتا تھا مگر دوسری طرف ایسا کوئی ارادہ نہیں لگتا تھا۔اسکے اس قدر روکھے سے جواب پر وہ کچھ دیر خاموش ہو گئی تھی۔پھر ذرا دیر بعد اسکی آواز سنائی دی۔

"میں انتظار کر رہی تھی آپ کی کال کا۔" اسکا لہجہ ناچاہتے ہوئے بھی رندھ گیا تھا۔پتہ نہیں ایسا کیوں ہوا تھا اپنی بے بسی پر یا اسکی بے اعتنائی پر۔وہ سمجھ نہیں پائی تھی۔

"مجھے یاد نہیں رہا۔"

اس نے تو کہہ دیا تھا مگر اسکے الفاظ دوسری جانب کسی تیر کی مانند پیوست ہوئے تھے ۔وہ سکتے کی سی کیفیت میں گھری جوں کی توں بیٹھی رہی۔اسے گئے بارہ گھنٹے ہوئے تھے اور ان بارہ گھنٹوں میں کوئی ایک پل ایسا نہ گزرا تھا جب اس کی یاد اسکے دل و دماغ سے نکلی ہو۔اور وہ کہہ رہا تھا اسے کال کرنے کی یاد نہیں رہی۔دوسرے لفظوں میں

Copyright by New Era Magazine

اسے اسکی ہی یاد نہیں رہی۔آنسو ٹوٹ کر پلکوں کی باڑ پھلانگتے ان گلابی مائل سرخ و سپید گالوں پر لڑھکتے چلے گئے تھے۔

" صحیح کہہ رہے ہیں آپ۔غیر اہم لوگ اور ان سے جڑی باتیں اکثر یاد نہیں رہتی ۔فون رکھتی ہوں اب۔اللّٰہ حافظ۔"خود ترسی کا شکار گلوگیر لہجے میں کہتی وہ کال کاٹ کر منہ پر ہاتھ رکھے پھوٹ پھوٹ کر روئی تھی۔

موبائل کان سے ہٹا کر ایک گھٹن زدہ سانس خارج کرتے اس نے موبائل اپنی پیشانی سے ٹکرایا تھا۔اسکی آواز میں تیرتا دکھ اسکے گرد اک ہالہ سا بنانے لگا تھا۔پتہ نہیں وہ اسکے معاملے میں اتنا سخت کیوں ہو جایا کرتا تھا۔شاید یہ احساس کہ وہ اسے دھوکہ دے رہا ہے اسے اندر سے اتنے کچوکے لگاتا تھا کہ اسکی تلخی اسکے رویے میں سے جھلکنے لگتی تھی۔

وہ اسے بچپن سے جانتا تو تھا۔وہ بلا کی ضدی اور جذباتی واقع ہوئی تھی۔پھر اسکے خود سے وابستہ جذبوں کی آگاہی بھی تو اسے تھی۔سب ٹھیک تھا وہ جانتا تھا گھر کے بڑوں کے درمیان اسکی بات مہر ماہ سے طے شدہ ہے۔اور اسے کوئی اعتراض بھی نہیں تھا وہ اسے بھی اچھی لگتی تھی۔مگر قبل از وقت اپنے جذبوں کی آشکاری اسے پسند نہیں تھی ۔اسکی تعلیم مکمل ہونے والی تھی۔ان دنوں وہ سی ایس ایس کے ایگزامز دے کر فارغ

Copyright by New Era Magazine

ہوا تھا۔ جس کے فوری بعد گھر والے اسکی شادی کا ارادہ رکھتے تھے۔ مگر فلحال اس نے منع کر دیا تھا۔ اسے پہلے اپنے کیریئر پر فوکس کرنا تھا۔ اسکی محنت اور لگن دیکھ کر گھر والے بھی چپ کر گئے تھے۔

زندگی میں سب بالکل ٹھیک چل رہا تھا۔ تب تک جب اسے ایک رات اچانک سے سمیر کے نمبر سے کال موصول نہیں ہوئی تھی۔ وہ اسکا واحد دوست تھا۔ جو گردوں کے عارضے میں مبتلا تھا۔ اکثر اسکے ڈائلاسس کے وقت وہ اسکے ساتھ ہوتا تھا۔ وہ اور اسکی بہن سحر یہاں اپنی ایک خالہ کے ساتھ رہتے تھے۔ انکا تعلق مظفر آباد سے تھا ۔2005 کے زلزلے میں انکا خاندان ان سے بچھڑ گیا تھا۔ تب بھی وہ دونوں اسلام آباد اپنی خالہ کے گھر رہنے آئے ہوئے تھے۔ اس وجہ سے وہ دونوں بچ گئے تھے۔ انکی خالہ کے شوہر ملک سے باہر تھے۔ وہ ان دونوں کی وجہ سے انکے ساتھ نہیں جا رہی تھیں۔ مگر پھر سمیر کے بے حد اصرار پر وہ اپنے بچوں کے ساتھ کچھ عرصے کے لئے شوہر کے پاس رہنے گئی تھیں یہ ان دنوں کی بات تھی جب انکی خالہ بھی یہاں نہیں تھیں اسکا مرض مزید شدت اختیار کر گیا تھا۔ ایسے میں سمیر کے ڈائلاسس کے وقت زیادہ تر ضامن ہی اسکے ساتھ ہوتا تھا۔

Copyright by New Era Magazine

سمیر کی حالت خطرے میں تھی۔طبیعت میں کسی قسم کی بہتری کی گنجائش نہیں تھی ۔ڈاکٹرز اپنی طرف سے پوری کوشش کر چکے تھے اب فقط دعاؤں کا ہی آسرا تھا۔ایسے میں بستر مرگ پر پڑے سمیر کی التجا نے ضامن کو شاکڈ کر دیا تھا۔وہ چاہتا تھا اپنی زندگی میں اپنی بہن کو محفوظ ہاتھوں میں سونپ کر جائے۔ایسے میں اسکی نظر انتخاب ضامن پر ہی پڑی تھی۔ضامن اسکا قابل اعتبار دوست تھا۔اپنے بعد سحر کے معاملے میں وہ صرف اس پر بھروسہ کر سکتا تھا وہ بھی ان حالات میں جب پریگننسی کی کچھ پیچیدگیوں کے باعث انکی خالہ کو ڈاکٹر سفر کی اجازت بھی نہیں دے رہے تھے۔

وہ وقت ضامن کے لئے بھی کڑا تھا۔وہ انکار کر کے اپنے دوست کو تکلیف بھی نہیں دینا چاہتا تھا اور اگر اقرار کر لیتا تو گھر والوں کو کیا جواب دیتا۔اور مہر ماہ اسکا کیا ہوتا؟ وہ فوری فیصلہ نہیں کر پایا تھا۔مگر اسی رات سمیر کی بگڑتی حالت نے آناً فاناً اس سے وہ قدم اٹھوا لیا تھا جو نارمل حالات میں وہ کبھی نہیں اٹھاتا۔

نکاح کے تین دن بعد سمیر کی موت واقع ہو گئی تھی۔انکی خالہ آخری وقت بھی پہنچ نہیں پائی تھیں۔سحر صدمے کی کیفیت میں گھری آنسوؤں کے سائے میں اسکے ساتھ رخصت ہو آئی تھی۔ضامن نے اس سے اپنے بارے میں کچھ نہیں چھپایا تھا۔اپنے گھر والوں سے لے کر مہر ماہ تک اسے سب سچ سچ بتایا تھا۔سحر ایک اچھی، معاملہ فہم اور

Copyright by New Era Magazine

صابر طبیعت کی حامل لڑکی تھی۔ضامن کی پریشانیوں کو سمجھنے والی،اسکا ساتھ دینے والی۔اس نے کبھی ضد نہیں کی تھی اسے اپنے خاندان میں اپنی بیوی کی حیثیت سے متعارف کروائے۔وہ اسکی احسان مند تھی اس نے اسکے مرتے ہوئے بھائی کی آخری خواہش کا مان رکھا تھا۔وقت کچھ اور آگے بڑھا تھا۔وہ اسکے لئے ایک اچھی اور ہمدرد ساتھی ثابت ہوئی تھی۔ہمسفر سے احساس کا رشتہ جڑا ہو تو محبت ہو جانا فطری سی بات ہے۔ضامن کے دل میں بھی اسکے لئے محبت کے جذبات پنپنے لگے تھے۔سحر کی خالہ بھی واپس آگئی تھیں ایسے میں اگر کبھی گاؤں سے کوئی آجاتا تو ضامن سحر کو اسکی خالہ کی طرف چھوڑ آتا تھا۔وہ زیادہ دیر اس بات کو چھپانا بھی نہیں چاہتا تھا مگر خود سے بتانے کی ابھی ہمت بھی نہیں کر پا رہا تھا۔اس بات کا ری ایکشن کس قدر شدید ہو گا وہ بخوبی جانتا تھا۔اپنی جڑوں سے کٹ کر رہنے کی سکت فلحال وہ اپنے اندر نہیں پا رہا تھا۔مناسب وقت کے انتظار میں وقت گزرتا جا رہا تھا۔اس کے سی ایس ایس کے رزلٹ کے بعد اسکی جاب ہو گئی تھی۔جس کے بعد سے گھر والوں کی طرف سے ایک بار پھر شادی کے لئے زور ڈالا جانے لگا تھا۔انہی دنوں سحر کے امید سے ہونے کی خبر بھی اک نئی نوید کی مانند اسکی زندگی میں آئی تھی۔وہ خوش تھا۔اور اس بار اسکا پکا ارادہ تھا وہ گھر والوں

Copyright by New Era Magazine

کو سب سچ سچ بتادے گا۔جب سحر نے اسے منع کر دیا۔اور اسکی اگلی بات نے اسے شبے میں مبتلا کیا تھا کہیں وہ اپنے حواس کھو نہ بیٹھی ہو۔

"تم پاگل ہو گئی ہو؟یعنی کہ تم مجھے خود کہہ رہی ہو میں مہر ماہ سے شادی کر لوں ؟"صدمے کے باعث اسکی آواز اونچی ہو رہی تھی۔

"تو اس میں قباحت کیا ہے؟کیا مرد دو شادیاں نہیں کرتے۔اور میں راضی و خوشی آپ کو اجازت دے رہی ہوں۔"اسکے سکون میں رتی برابر فرق نہیں آیا تھا۔

"تمہارا دماغ خراب ہو گیا ہے میرا ابھی کام کر رہا ہے۔اپنی اجازت اپنے پاس ہی رکھو ۔میں اس بار جاؤں گا تو ابو سے بات کر آؤں گا۔"افسوس بھری نظروں سے اسے دیکھتے اس کا انداز نارا ضگی لئے ہوئے تھا۔

"میری بات تو سنیں ضامن۔جن بھی حالات میں ہماری شادی ہوئی اس میں آپ کی غلطی نہیں تھی۔پھر سزا آپ کو کیوں ملے۔آپ کے گھر والے آپ سے خفا ہوں گے اور میں خود کو معاف نہیں کر پاؤں گی۔اور سب سے بڑھ کر مہر ماہ۔۔۔۔اسکا کیا؟اس سب میں اسکی کیا غلطی ہے؟مجھے کسی معصوم کی بد دعائیں نہیں لینی۔پلیز ضامن ۔"اسکے سامنے کھڑی وہ ملتجی لہجے میں بول رہی تھی۔

Copyright by New Era Magazine

"تمہارے اس بد دعاؤں کے ڈر کے چکر میں میں اپنی زندگی جہنم بنالوں ہیں ناں ۔معاف رکھو مجھے تم۔" وہ ہتھے سے اکھڑتا وہاں سے واک آؤٹ کر گیا تھا۔اگلے کہیں دن انکے درمیان اس بات کو لے کر بحث ہوتی رہی تھی۔ضامن اس سے خفا ہوا تھا ۔مگر اس نے پہلی بار اسکی خفگی کا کوئی اثر نہیں لیا تھا بلکہ اپنی بات پر ڈٹی رہی تھی۔انہیں دنوں گاؤں سے ضامن کے لئے پیغام آیا تھا اسے بلایا گیا تھا۔ہمیشہ کی طرح سحر کو اسکی خالہ کی طرف چھوڑ کر وہ گاؤں گیا تھا۔

وہاں اسکی توقع کے عین مطابق شمریز شاہ نے اسکی شادی کا ذکر چھیڑا تھا۔وہ فوری طور پر کھلم کھلا انکار نہیں کر پایا تھا۔ہمیشہ کی طرح ٹال مٹول سے کام لیتے اس نے ابھی کچھ وقت رہنے دیں کا راگ الاپا تھا۔مگر اس بار شمریز شاہ نے اس سے دوٹوک الفاظ میں بات کرنا ضروری سمجھا۔

"دیکھو ضامن شاہ۔تم نے کہا تم پہلے اپنا کیریئر بنانا چاہتے ہو ہم نے اعتراض نہیں کیا تمہیں تمہارا پورا وقت دیا۔مگر اب جب کہ تمہاری نوکری بھی من چاہی لگ گئی ہے تو یہ گریز ہماری سمجھ سے بالاتر ہے۔تبریز میرا بڑا اچھا اور فرمانبردار بھائی ہے۔اسکی بیٹی صرف اسکی نہیں میری بھی بیٹی ہے۔تم سے زیادہ عزیز رکھتا ہوں اسکو میں۔اگر تو

Copyright by New Era Magazine

تمہارے دل و دماغ میں کچھ اور چل رہا ہے تو صاف صاف بتا دو۔ مگر ایک بات یاد رکھنا میں اپنی اولاد کو تو چھوڑ دوں گا مگر بھائی کو نہیں چھوڑوں گا۔"

انکے اٹل انداز نے اسے بہت کچھ باور کروا دیا تھا۔ وہ ایک بار پھر بری طرح پھنسا تھا ۔اسکا انکار حویلی کی بنیادیں ہلا کر رکھ دیتا اور اتنی ہمت کا مظاہرہ وہ نہیں کر پایا تھا۔ وہ چپ چاپ واپس آ گیا تھا۔ اور پھر انکے کال کر کے پوچھنے پر اس نے رضامندی دے دی تھی۔

سحر اسکے فیصلے پر سب سے زیادہ خوش تھی۔ اور یہ خوشی ضامن کو ایک آنکھ نہیں بھاتی تھی۔ اسکے چڑنے پر وہ ہنسا کرتی تھی۔ دوسری طرف مہرماہ تھی۔ جو سحر سے بالکل الٹ تھی۔ وہ جانتا تھا اگر کبھی اسے اسکی پہلی شادی کی بھنک بھی پڑ گئی تو وہ سحر جتنے بڑے دل کا مظاہرہ کبھی نہیں کر پائے گی۔ شادی کے بعد اسکے ساتھ گزرے سات دن ہی اسے بتانے کو کافی تھے وہ اس کے معاملے میں کس قدر شدت پسند اور خبطی سی ہے۔ ایسے میں وہ جان بوجھ کر اس سے ذرا گریز برتتا رہا تھا تاکہ اسکی توقعات کا مینار زیادہ بلند نہ ہو۔ مگر وہ دیوانی تو پہلے ہی اسے بڑے اونچے مسند پر بٹھائے ہوئے تھی۔ اور یہ بات ضامن کے لئے فرحت بخش کسی صورت نہیں تھی۔ اسے اپنا آپ اور بھی

Copyright by New Era Magazine

مجرم لگنے لگتا تھا۔ایسے میں ناچاہتے ہوئے بھی وہ اسکی دل آزاری کا باعث بن جاتا تھا جیسے ابھی کچھ دیر پہلے۔

گھر والوں کی خوشی، سحر اور مہر ماہ کے درمیان توازن کی جنگ میں اگر کوئی بری طرح پسا تھا تو وہ ضامن شاہ تھا۔

. . . . . .

.

اگلی صبح وہ معمول کی طرح آفس کے لئے تیار ہو رہا تھا۔آئینے کے آگے کھڑے ہوتے کف لنکس بند کرتے تازہ کی ہوئی شیو کی نیلاہٹ کے باوجود اسکا چہرہ بجھا بجھا لگتا تھا۔نچلا لب دانتوں میں دبائے اس نے سامنے ڈریسنگ پر رکھا موبائل اٹھایا تھا۔کال لسٹ میں سے نمبر ڈائل کر کے موبائل کان سے لگاتے وہیں ڈریسنگ کے کونے پر ٹک گیا تھا۔

"اسلام علیکم۔" خفگی بھری آواز کے باوجود اس نے پہلی کال پر ہی موبائل اٹھا لیا تھا ۔وہ بے ساختہ مسکرا دیا۔

"وعلیکم سلام۔کیسی ہو تم؟"

"میں ٹھیک ہوں۔" رسانیت سے جواب دیا گیا تھا۔بدلے میں اسکا حال نہیں پوچھا گیا تھا مطلب وہ سچ میں خفا تھی۔

Copyright by New Era Magazine

"میرا حال نہیں پوچھو گی؟"اس نے بات کرنے کو یوں ہی کہہ دیا تھا۔

"آپ ٹھیک ہی ہوں گے میں جانتی ہوں۔" لہجے میں بولتی شکایتیں ضامن کو جز بز کرنے لگی تھیں۔

"ہاں یہ تو ہے۔" کھسیانے سے انداز میں کان کی لو کو چھوتا وہ اگلی بات کے لئے لفظ تلاشنے لگا تھا۔

"آپ کو کوئی کام کی بات کرنی تھی؟"اسکی بات پر اپنے خیالوں میں گم وہ چونکے بنا نہیں رہ سکا تھا۔

"ہوں۔۔۔ہاں نہیں۔۔۔۔۔۔تم کیوں ایسے پوچھ رہی ہو؟"

"بلاوجہ تو کال نہیں کرتے آپ۔"اسکے اس قدر صاف گوئی سے کہنے پر وہ جی بھر کر شرمندہ ہوا تھا۔

"نہیں اب ایسی بھی بات نہیں ہے۔میں آفس جا رہا تھا تو کافی دنوں بعد جا رہا ہوں نا ۔۔۔کام زیادہ ہو گا تو شاید کال کرنے کی فرصت نہ ملے۔اس لئے سوچا صبح صبح تم سے بات بھی کر لوں اور تمہیں بتا بھی دوں۔" غیر دانستہ طور پر وہ اسے صفائی پیش کر رہا تھا ۔اور دوسری طرف مہر ماہ بے ہوش ہوتے ہوتے بچی تھی۔دل کی ساری کلفت اس

Copyright by New Era Magazine

کے اتنے سے التفات نے ہی دھوڈالی تھی۔یعنی اسے اسکی کچھ نہ کچھ تو فکر تھی۔بس وہ جتاتا نہیں تھا۔

"کوئی بات نہیں۔آپ آرام سے اپنا کام کریں۔شام کو جب واپس آئیں گے تب کال کر لیجئے گا۔"لجائے سے انداز میں اب کی بار اسکی آواز کی تازگی و کھنک بحال ہو گئی تھی ۔ضامن نے اسکے بدلتے لب و لہجے کو بڑے غور سے جانچا تھا۔اسکی اتنی سی نرمی نے ہی اسے ہفت اقلیم دے دیا تھا جیسے۔

"رکھتا ہوں اب۔آفس سے دیر ہو جائے گی۔"اپنی جگہ سے اٹھتا وہ تیزی سے بولا تھا۔

"اللّٰہ حافظ۔"کال کاٹ کر موبائل جیب میں ڈالا تھا۔ایک گہرا سانس لیتے اسے اس وقت اپنی حالت پر ترس بھی آرہا تھا اور ہنسی بھی۔اپنا آپ مستقبل میں اسے دو عورتوں کے درمیان پنڈولم کی طرح جھولتا دکھائی دے رہا تھا۔جھرجھری سی لے کر سر کو جھٹکتے اس نے ان سوچوں سے خود کو آزاد کروایا تھا۔

کھلے دروازے سے باہر کا منظر دکھائی دیتا تھا۔سحر ناشتے کے لئے اسے بلانے آرہی تھی وہ خود ہی آگے بڑھ کر باہر نکل گیا تھا۔

. . . . . .

.

Copyright by New Era Magazine

مہر ماہ کا دل بھی آہستہ آہستہ بہل گیا تھا۔وہ روز اسے کال کرتا تھا۔زیادہ دیر بھلے بات نہیں کرتا تھا مگر دن میں دو بار کی کال بھی اسکے لئے بڑا معنی رکھتی تھی۔چار پانچ منٹ کی کال کے دوران وہ بولتا بھی کم تھا۔زیادہ تر وہی بولتی رہتی تھی وہ چپ چاپ سن لیتا اور اسکی باتوں کا جواب دے دیتا۔کبھی جو اسے اسکی خموشی کھلتی تو وہ اسکا اظہار بھی جھٹ سے کر دیتی۔ایسے میں وہ مسکرا کر یہی کہتا"مجھے تمہیں سننا زیادہ اچھا لگتا ہے" اور وہ اتنے میں ہی خوش ہو جایا کرتی۔اس نے پورے دن میں کیا کیا؟گھر میں کیا ہوا ؟مومن بھائی کے بیٹے نے آج کیا نیا سیکھا؟وہ اس سے ایسی ڈھیر ساری چھوٹی چھوٹی باتیں کر لیا کرتی تھی۔اور آخر میں جھجکتے ہوئے یہ بھی ضرور پوچھتی تھی وہ واپس کب آئے گا؟اور وہ ہر بار ایک ہی جواب دیتا۔جیسے ہی چھٹی ملی۔بدلے میں وہ چپ کر جاتی تھی۔ضد نہیں کرتی تھی۔مگر اس چپ میں بولتا احتجاج ضامن کو بڑی شدت سے محسوس ہونے لگا تھا۔

اس سہ پہر وہ واپس گھر آیا تو سحر آگے اپنی پیکنگ میں مصروف تھی۔تعجب سے اسے دیکھتے اس نے اپنا لیپ ٹاپ بیگ رکھا تھا۔

"کہاں کی تیاریاں ہو رہی ہیں بھئی؟"بستر پر بیٹھتے وہ جھک کر جوتے اتارنے لگا تھا۔

Copyright by New Era Magazine

"میں خالہ کی طرف دو دن رہنے جا رہی ہوں۔"اس اطلاع پر ضامن نے ہاتھ روک کر چہرہ اٹھائے اسے گھورا تھا۔

"ویک اینڈ پر؟ میں یہاں اکیلے مکھیاں ماروں گا کیا؟"

بیگ کی زپ بند کرتی سحر اسکے تپے ہوئے انداز پر ہنسی تھی۔

"نہیں جناب۔وہ رہا آپکا بیگ۔آپ گاؤں جا رہے ہیں۔"اس نے اشارے سے اسکی توجہ بیڈ پر تھوڑے فاصلے پر دھرے دوسرے چھوٹے سفری بیگ کی جانب دلائی تھی۔ضامن خاموشی سے جوتے اتارنے لگا تھا۔

"اب جلدی سے فریش ہو جایئے تاکہ نکلیں پھر۔مجھے راستے میں خالہ کی طرف ڈراپ کر جایئے گا۔انشاءاللہّ رات نو دس بجے تک پہنچ جائیں گے آپ۔کپڑے آپ کے نکال دیے ہیں چینج کر لیں میں تب تک چائے لاتی ہوں۔"تمام پروگرام مرتب کیے وہ کہتی ہوئی کمرے سے نکل گئی تھی۔ضامن نے کوئی اعتراض نہیں اٹھایا تھا۔کہیں نہ کہیں شاید یہ اسکے اپنے دل کی بھی آواز تھی جسے وہ دبائے جا رہا تھا۔مسکراتے ہوئے اٹھ کر وہ واش روم کی جانب بڑھ گیا تھا۔

. . . . . .

.

Copyright by New Era Magazine

پورے ستائیس دنوں بعد وہ یوں اچانک اسکے سامنے کھڑا تھا تو حیرت وانبساط کی ملی جلی کیفیت کے باعث وہ کچن کی دہلیز پر بت بنی کھڑی اسے دیکھ رہی تھی جو اک نگاہ اس کی گومگوں حالت پر ڈالتا اب جھک کر تائی امی سے مل رہا تھا۔ کچن میں کام کرتی بھابھی بھی اسکی آواز پر سر پر دوپٹہ اوڑھتی باہر نکلی تھیں اور اسے یوں مجسمہ بنے دیکھ کر کہنی مارتے شرارت سے مسکرائی تھیں۔ وہ بدک کر ہوش میں آتی انہیں یوں خود کو معنی خیز نظروں سے دیکھتے پا کر جھینپ سی گئی تھی۔ کچھ ہی دیر میں بڑے ہال میں اب اکھٹے ہو چکے تھے۔ اسکے بنا اطلاع کے آمد پر حیرت وخوشی کا اظہار کیا جا رہا تھا۔ اور وہ اپنے ازلی دھیمے انداز میں تھکن کے باوجود خوش دلی سے سب کے درمیان بیٹھا جواب دے رہا تھا۔

کھانے کی میز پر معمول کی نسبت زیادہ گہما گہمی سی نظر آ رہی تھی۔ شمریز شاہ بھی بیٹے کی آمد پر مطمئین ہو گئے تھے۔ اسکی جانب سے شادی سے پہلے کے گریز کو لے کر دل میں جو خدشات تھے وہ دم توڑ گئے تھے۔

اسکی چائے لے کر کمرے میں داخل ہوئی تو وہ بیڈ کراؤن سے ٹیک لگائے نیم دراز آنکھیں موندے ہوئے تھا۔ اسکی چوڑیوں کی کھنک پر آنکھیں کھولے سیدھا ہوا تھا۔

Copyright by New Era Magazine

"آپ کی چائے۔" وہ جب سے آیا تھا مسکراہٹ ایک پل کے لئے اسکے ہونٹوں سے الگ نہ ہوئی تھی۔

اسکے ہاتھ سے چائے لیتے اس نے اسے بھی جنبشِ ابرو پاس بیٹھنے کی پیش کش کی تھی ۔تھوڑا جھجکتے وہ وہی ٹک گئی تھی۔

"آپ نے بتایا نہیں آنے کا؟" اسکی خود پر جمی نظروں کے ارتکاز اور کمرے کے اندر بولتی فسوں خیز سی خاموشی نے اسے بولنے پر اکسایا تھا۔

"بتا کر آتا تو پتہ کیسے چلتا میں ملک الموت ہوں جسے دیکھ کر تمہاری روح قبض ہو گئی تھی ۔بے جان بت بنی کھڑی تھی تم۔وہ تو بھابھی نے آکر تم میں روح پھونکی تھی۔" چائے کا گھونٹ حلق سے اتارتا وہ اب بھی اسکی حالت چشم تصور میں دیکھتا محظوظ ہوا تھا۔مہر ماہ کے چہرے کی لالی میں کچھ اور اضافہ ہوا تھا۔وہ تو بس ایک نظر ڈال کر نگاہ پھیر گیا تھا پھر بھلا اس نے کب دیکھا تھا سب؟ بار حیا سے جھکی آنکھیں اٹھا کر وہ اسے یہ نہیں کہہ سکی تھی وہ ملک الموت نہیں ہے جو اسکی جان نکالے۔وہ تو اسکے لئے زندگی کی نوید ہے ،خوشیوں کا پیام بر،آتی جاتی سانسوں کا امین۔پلکوں کی عارضوں پر گری جھلمل نے ضامن کو مبہوت کیا تھا۔

Copyright by New Era Magazine

"ویسے مجھے نہیں پتہ تھا شادی کے بعد تم اتنا بدل جاؤ گی۔مجھے تو اب بھی بچپن کی وہی لڑتی جھگڑتی، ضد کرتی اور منہ پھلا کر ناراض ہونے والی مہر ماہ یاد تھی۔"اسکے سر سے سبز آنچل ڈھلکاتے اسکی بالوں کی چوٹی پر انگشت شہادت پھیرتا وہ کسی ٹرانس کی سی کیفیت میں کہہ رہا تھا۔

مہر ماہ کی گردن کی ہڈی ابھر کر معدوم ہوئی تھی۔وہ کہنا چاہتی تھی وہ تو اب بھی ویسی ہی ہے بس اسکے سامنے ہار جاتی تھی بہ راضی و رضا، خوشی خوشی۔مگر وہ پاس ہوتا تو بولنے کی صلاحیت یوں ہی سلب ہو جایا کرتی تھی۔

"چائے ٹھنڈی ہو رہی ہے۔"اسکی منمناہٹ پر وہ ہوش میں آیا تھا۔اپنی بے اختیاری پر کچھ جز بز ہوتا وہ اپنا ہاتھ اسکی کمر پر سے ہٹا کر خود کو سرزنش کرنے لگا تھا جب اچانک یاد آنے پر بات بدل گیا تھا۔

"تمہارے لئے کچھ چیزیں لایا ہوں۔بیگ میں رکھی ہیں نکال لینا۔"کہہ کر چائے کا کپ لبوں سے لگایا تھا۔مہر ماہ نے اپنی سبز شربتی آنکھیں متحیر سی پھیلا کر اسے دیکھا تھا ۔کہاں تو اسکے بدلے بدلے انداز ہی اسے ورطہ حیرت میں غوطہ زن کیے ہوئے تھے ۔اوپر سے ایسی کرم نوازیاں۔سرشاری سے اٹھ کر اس نے اسکے بیگ کی تلاش میں نظریں گھمائی تھیں جو بیڈ کی دوسری جانب پڑا ہوا تھا۔وہ تیزی سے اس کی جانب بڑھی

Copyright by New Era Magazine

تھی۔ضامن نے اسکی خوشی اور بے قراری دیکھ کر ہونٹوں سے کپ لگاتے اپنی مسکراہٹ چھپائی تھی۔

"بیگ میں مہر ماہ کے لئے کچھ گفٹس رکھے ہیں اسے دے دیجئے گا۔"گاڑی میں بیٹھی سحر نے کہا تھا تو احتیاط سے ڈرائیو کرتے ضامن نے گردن گھما کر اسکی جانب اچنبھے سے دیکھا تھا۔

"اور ساتھ میں کیا کہوں؟ کہ تمہاری سوکن نے بڑی چاہ سے تمہارے لئے تحفہ بھیجا ہے تم بھی اتنی ہی محبت سے قبول کر لو۔"حسب روایت وہ اس انوکھی محبت پر چڑا تھا ۔سحر نے اسے خفگی بھری نظروں سے گھورا تھا۔

"کہہ دیجئے گا میں لایا ہوں۔میرا نام لینا ضروری تو نہیں ہے۔پتہ نہیں آپ کو کیا مسئلہ ہے ضامن۔اب ہر وقت میں اسے کوسوں،روایتی انداز میں آپ کے اسکے خلاف کان بھروں یہ چاہتے ہیں آپ؟"ضامن اسکی اس خواہ مخواہ کی ناراضگی کو خوب سمجھتا تھا۔وہ جانتا تھا وہ اس کے لئے کچھ لے کر نہیں جا رہا سحر نے اسی لئے اس کے لئے کچھ دیا ہو گا تاکہ وہ اپنی طرف سے دے سکے۔بالکل اسی طرح جیسے اس نے رونمائی کے لئے انگوٹھی چپکے سے رکھ دی تھی۔اور اسکے گاؤں پہنچنے پر اسے کال پر بتایا تھا۔

Copyright by New Era Magazine

"چوڑیاں؟۔۔۔۔" تجسس سے بیگ کھول اوپر رکھی اسکی شرٹ کو سائیڈ پر کرتے اسکی نظر سبز کانچ کی چوڑیوں پر پڑی تھی۔وہ بھی فلیش بیک سے واپس حال میں آیا تھا۔وہ خود نہیں جانتا تھا کہ اس نے کیا رکھا ہے اس لئے پوری توجہ سے اسکی جانب دیکھنے لگا تھا ۔جو ہاتھ میں چوڑیاں لئے اب اسکی جانب دیکھ رہی تھی۔کپ سائیڈ ٹیبل پر رکھتا وہ اسکی جانب مڑا۔

"ہاں چوڑیاں۔۔۔۔تم پہنے رکھتی ہو نا تو مجھے لگا تمہیں پسند ہوں گی۔"اس نے اب بھی اسکی کلائی میں سجی ویسی ہی سبز چوڑیوں کی جانب اشارہ کیا تھا۔

"پسند تو بہت ہیں۔"دھیرے سے کہتے وہ مسرور لگتی تھی۔چوڑیاں رکھ کر اس نے بیگ میں سے ایک لیڈیز سوٹ نکالا تھا۔وہ موسم کی مناسبت سے لائٹ پنک کلر کا خوب صورت لان کا ڈیزائنر ڈریس تھا۔

"یہ بھی بہت پیارا ہے۔"ڈسپلے دیکھتی وہ بولی تھی۔اس کے علاوہ لیڈیز پرفیوم اور ایک دو اور چیزیں بھی تھیں۔چہرے سے پھوٹتی خوشی دیدنی تھی۔ضامن نے ہاتھ کی مٹھی بنا کر ہونٹوں پر رکھتے اپنی ہنسی روکی تھی۔

"اگر جوا بھی اسے پتہ چل جائے یہ سب سوغاتیں اس کی سوکن کی بھیجی ہوئی ہیں تو یہ ان کے ساتھ ساتھ مجھے بھی کھڑے کھڑے آگ لگا دے۔"

Copyright by New Era Magazine

اس نے تصور کی آنکھ سے شعلہ جوالہ بنی مہر ماہ کو دیکھا تھا جو خون خوار نظروں سے اسے دیکھ رہی تھی۔

"اتنا بڑا دھوکہ۔اتنا بڑا فریب۔میں آپ کو جان سے مار دوں گی ضامن اور آپ کے ساتھ ساتھ آپ کی اس ہوتی سوتی کو بھی۔" ہاتھ میں چاقو لئے وہ اسکی جانب بڑھی ہی تھی جب مہر ماہ کی آواز اسے خواب سے حقیقت میں لے آئی تھی۔

"دیکھیں ضامن کیسی لگ رہی ہیں۔" بری طرح چونک کر وہ اجنبی نظروں سے اسکی جانب دیکھنے لگا تھا جو کلائی میں سجی پہلے والی چوڑیاں اتار کر اسکی لائی چوڑیاں پہنے دونوں کلائیاں آگے کیے اسے دکھا رہی تھی۔اسکی کھوئی کھوئی سی کیفیت پر رک کر اسے دیکھنے لگی۔

"کیا ہوا؟آپ کہاں گم ہو گئے تھے؟" مسکراتے لب سمیٹ کر وہ متعجب ہوئی پوچھ رہی تھی۔بے اختیار اک جھرجھری لیتے اس نے سر جھٹکا تھا۔

"کہیں نہیں۔میں نے کہاں کھونا ہے۔" پھر زبردستی کی مسکراہٹ لبوں پر سجاتے تھوڑا آگے کو جھک کر اسکی دونوں کلائیاں ہاتھ میں جکڑی تھیں۔

Copyright by New Era Magazine

"لگ تو پیاری رہی ہیں مگر ان میں اور جو ابھی تم نے اتاری ہیں دونوں میں کوئی خاص فرق تو ہے نہیں۔ایک جیسی ہی تو ہیں پھر وہ کیوں اتار دیں؟"اسکی آنکھوں میں جھانکتے وہ سوال کر رہا تھا۔مہرماہ کے چہرے پر شر مگیں سی مسکان آکر ٹھہری تھی۔

"ایک جیسی کہاں ہیں؟اتنا تو فرق ہے۔وہ میں خود لائی تھی جبکہ یہ آپ لے کر آئے ہیں۔اتنا سا فرق ان دونوں کی قدر و قیمت میں زمین آسمان کا سا فرق لے آیا ہے۔"

نظریں جھکا کر آہستگی سے کہتی وہ اسکے جذبات میں ارتعاش برپا کر گئی تھی۔وہ بھی ایک مرد تھا۔خود سے جڑی عورت کی ستائش مرد پر الگ ہی اثر دکھاتی ہے۔سامنے بیٹھی عورت اسکی ملکیت تھی جو بڑے دلربا انداز میں اپنی اس کے لئے محبت کا ڈھکا چھپا اظہار کر رہی تھی۔اسکی اپنی زندگی میں قدر و منزلت بیاں کر رہی تھی۔اس سے جڑی چیزوں کو اپنے لئے ہفت اقلیم قرار دے رہی تھی۔اس کے اندر کے مرد مردانا و خود ستائشی کی تسکین ہوئی تھی۔ضامن کے ہونٹوں پر بھی بڑی جاندار مسکراہٹ نمودار ہوئی تھی۔

. . . .

.

Copyright by New Era Magazine

اس کے کمرے میں داخل ہونے پر کھٹکے کی آواز کے ساتھ ضامن کے سوئے جاگے سے حواس کچھ بیدار ہوئے تھے۔ مندی آنکھوں اور کمرے میں پھیلے ملگجے اندھیرے کے باعث وہ وقت کا تعین نہیں کر پا رہا تھا۔

"سحر ٹائم کیا ہوا ہے؟" نیند کے باعث معمول سے بھاری ہوتی آواز اور سرہانے میں گھسیڑے منہ کی وجہ سے وہ بمشکل سن اور سمجھ پائی تھی۔

"ساڑھے آٹھ بج رہے ہیں۔" وال کلاک پر نگاہ ڈالے جواب دیتے وہ اپنے دھیان میں چونکی تھی۔

"ضامن۔۔۔" وہی کھڑے کھڑے وہ دھڑکتے دل کے ساتھ پکار بیٹھی تھی۔

"ہوں۔۔۔" وہ ابھی بھی آنکھیں موندے پڑا تھا۔

"آپ نے ابھی ابھی۔۔۔ سحر کہا۔" اس کی متذبذب سی آواز پر ضامن کی آنکھیں پوری طرح کھل کر رہ گئی تھیں۔ ایک جھٹکے سے بستر سے اٹھتا وہ بیٹھا تھا۔ ہلکی سی لالی لئے آنکھوں میں بے یقینی لئے وہ اسکی جانب دیکھ رہا تھا جو عین کمرے کے وسط میں بت بنی کھڑی اس کے جواب کی طالب بنی ہوئی تھی۔ سر کے بالوں میں ہاتھ پھیرتا ماتھے پر سے ہٹاتا وہ زبردستی مسکرایا تھا۔

Copyright by New Era Magazine

"کمال ہے نیند میں میں تھا اور سماعتیں تمہاری سوئی جاگی سی کیفیت کا شکار ہو رہی ہیں ۔میں نے سحر نہیں مہر کہا ہے شاید تمہیں سننے میں غلطی ہوئی ہے۔"لحاف ہٹا کر پرے پھینکتا وہ بستر چھوڑ چکا تھا۔اس قدر یقین سے کہنے پر مہر ماہ بھی اپنی سماعت پر شک میں پڑ گئی تھی۔

"شاید ایسا ہی ہو گا۔"کندھے اچکا کر جھینپتی ہوئی وہ اس کی بات پر ایمان لے آئی تھی۔

"شاید نہیں یقیناً ایسا ہی ہے۔اب میرے کپڑے نکال دو۔جلدی نکلنا تھا آگے ہی لیٹ ہو گیا ہوں۔"اپنا موبائل چیک کرتے کہیں نہ کہیں وہ اس کے مطمئین ہو جانے پر خود کو بے سکون محسوس کر رہا تھا۔اندر کا احساس ندامت بڑھنے لگا تھا۔وہ اسے دھوکہ دے رہا تھا اور بار بار دے رہا تھا۔

"دو دن گزر گئے اور پتہ ہی نہیں چلا۔"الماری سے اسکے کپڑے نکالتے وہ بظاہر مسکرا کر کہہ رہی تھی۔مگر دل اسکے جانے پر اداس ہو رہا تھا۔ضامن نے اس کے پیچھے آ کر کھڑے ہوتے اپنا بازو اسکی گردن کے گرد حمائل کرتے ہاتھ شانے دھرا تھا

"میں جلدی آنے کی کوشش کروں گا۔"اپنی ٹھوڑی اسکے شانے پر ٹکائے،کچھ دیر پہلے کی بے دھیانی کے باعث اور کچھ اپنی اندرونی ندامت کے زیر اثر اسکا لب و لہجہ بے پناہ نرمی اپنے اندر سموئے ہوئے تھا۔

Copyright by New Era Magazine

مہر ماہ کا اسکے ہینگ شدہ کپڑوں پر رکا ہاتھ جم سا گیا تھا۔

"میں آپ کے ساتھ نہیں جا سکتی کیا؟" کچھ ڈر کر پوچھا گیا تھا۔ ضامن فوری سنبھلا تھا ۔ پیچھے ہوتے اسکا رخ اپنی جانب موڑا۔ سبز کانچ سی آنکھوں میں حزن کے بادل ابھی سے منڈلانے لگے تھے۔

"سب گھر والوں سے دور رہ لو گی تم؟" اسکے شانے پر اپنا ہاتھ دھرے وہ لگاوٹ سے کہہ رہا تھا۔

"مشکل ہو گا۔ مگر اتنا نہیں جتنا آپ کے بغیر ہے۔" جھکی پلکوں کے ساتھ اعتراف کیا گیا تھا۔ ضامن کی جان مشکل میں پڑ گئی تھی۔

"میرے لئے یہ ممکن نہیں ہے مہر ماہ۔ پلیز یار سمجھنے کی کوشش کرو۔ میرے لئے مینج کرنا پہلے ہی مشکل ہو رہا ہے تم اسے مزید مشکل مت بناؤ۔" اسکے چہرے پر سے نظریں ہٹاتا وہ بے چارگی کی انتہا پر تھا ۔ مہر ماہ نے بے اختیار نفی میں سر ہلاتے ہوئے نظریں اٹھائیں۔

"مشکل نہیں بنا رہی۔ بس ایک بات کی تھی لیکن۔۔۔ اگر آپ کے لئے مشکل ہے تو آئندہ نہیں کروں گی۔ جیسے آپ کو آسانی رہے ضامن۔ آپ کو مشکل میں ڈالنے کا

Copyright by New Era Magazine

میں سوچ بھی نہیں سکتی۔" مسکرا کر تسلی آمیز انداز اپناتے وہ کہہ رہی تھی۔ضامن کے دل کا بوجھ کچھ اور سوا ہوا تھا۔اسکی طرف دیکھتے وہ ٹھیک سے مسکرا بھی نہ سکا۔

"اب بتائیں کون سے کپڑے نکالوں۔ٹائم سے نکلیں گے تو جلدی پہنچ جائیں گے انشاء اللّٰہ۔ تھوڑی ریسٹ ہو جائے گی ورنہ کل آفس کے لئے مشکل ہو جائے گی۔" واپس مڑتے ہوئے وہ اپنے تئیں اسے مطمئین کرنے کو ہلکے پھلکے سے انداز میں بات کر رہی تھی۔وہ بس اسکی پشت دیکھتا رہ گیا۔یہ ڈبل رول اس کے لئے دن بدن مشکل ترین ہوتا جا رہا تھا۔اسکی ہمتیں ابھی سے متزلزل ہونے لگی تھیں۔

. . . . . .

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

بیڈ پر نیم دراز وہ ٹانگیں پسارے گود میں لیپ ٹاپ لئے کام میں مصروف تھا۔بہت دیر بعد سر اٹھا کر سامنے دیکھا تھا جہاں اسکے سامنے چوکڑی مارے سحر ہاتھ میں اسی کا موبائل لئے بیٹھی تھی۔ گردن جھکا کر دوبارہ لیپ ٹاپ کی جانب متوجہ ہوتے ہوتے وہ رکا تب تھا جب اسکے چہرے پر موجود شریر سی مسکراہٹ نے ضامن کو چونکایا تھا۔ہاتھ بڑھا کر یکایک اسکے ہاتھ سے موبائل اچکا تھا۔اپنے دھیان میں مگن سحر بری طرح سٹپٹائی تھی۔حواس باختہ سی اس نے موبائل واپس لینا چاہا تھا تب تک ضامن ایک ہاتھ

Copyright by New Era Magazine

سے اسے دور کرتا موبائل دوسرے ہاتھ میں پکڑے آنکھیں چھوٹی کیے سکرین کو شرف دیدار بخش چکا تھا۔ سحر نے آنکھیں میچ کر دوبارہ کھولتے اسکا چہرہ دیکھا تھا۔ جہاں سکرین کو دیکھتے ہوئے پہلے اسکی آنکھوں میں بے یقینی پھر حیرت و صدمہ اور آخر میں غصے و ناگواری کے تاثرات اتنے واضح ابھرے تھے کہ سحر بھی اپنی جگہ گڑبڑا کر رہ گئی تھی۔

ہونٹ بھینچ کر ایک بار پھر چیٹ سکرول کی گئی تھی۔ سامنے مہر ماہ کی واٹس ایپ چیٹ تھی۔ جہاں ضامن کی جانب سے کچھ دیر پہلے شادی کی تصویریں سینڈ کرنے کی فرمائش کی گئی تھی۔ بدلے میں مہر ماہ نے اپنی کہیں تصویریں بھیجی تھیں۔ جن کو دیکھنے کے بعد اسکی تعریف کی گئی تھی اور آخری میسج "لو یو" کا کیا گیا تھا جسے صد شکر ابھی تک سین نہیں کیا گیا تھا۔ اور اسی وقت وہاں بلیو ٹک کا نشان ابھرا تھا۔ جس کے ساتھ ہی ضامن جھٹ سے آف لائن ہوا تھا۔ اور اب موبائل کو ہاتھ میں پکڑے وہ اسے خون خوار نظروں سے گھور رہا تھا جس کا اس سب کارستانی کے پیچھے ہاتھ تھا۔

"آئندہ اگر میرے موبائل کو ہاتھ لگایا نا سحر بی بی آپ نے تو یاد رکھیے گا یا تو آپ کے ہاتھ ٹوٹیں گا یا پھر میرا موبائل ٹوٹے گا۔" اس کی سخت آواز میں کی جانے والی تنبیہ پر سحر کی ناچاہتے ہوئے بھی ہنسی نکل گئی تھی۔ جس نے جلتی پر تیل کا کام کیا تھا۔

Copyright by New Era Magazine

"ہنسو مت مجھے سچ میں بہت غصہ آرہا ہے۔" غصے و خفت کی ملی جلی کیفیت کے باعث اسکا چہرہ سرخ ہو رہا تھا۔ سحر نے اپنی ہنسی روکی تھی۔

"ہنسوں نہ تو کیا کروں۔ یہ جو ناراضگی میں آپ کو آپ جناب کا دورہ پڑتا ہے ناضامن قسم سے بڑے کیوٹ لگتے ہیں تب۔" تھوڑا سا اٹھ کر آگے ہوتے اسکے دونوں گال چٹکی بھر کر کھینچتے وہ اب بالکل بھی خوف زدہ نہیں لگتی تھی۔ انکی آپسی محبت، انڈر اسٹینڈنگ اور سب سے بڑھ کر دوستی نے اسے نڈر بنا دیا تھا۔

اسے اک عدد بھرپور گھوری سے نوازتے اس نے سحر کے ہاتھ جھٹکے تھے۔

"جو بھی ہے مگر یہ ایک غیر اخلاقی حرکت تھی سحر۔" غیر آرام دہ ہوتا وہ سرزنش کرنا نہیں بھولا تھا۔

"سوری۔" اس نے بھی اسکی سنجیدگی دیکھ کر جھٹ سے معافی مانگ لی تھی۔

سر جھٹک کر ضامن دوبارہ لیپ ٹاپ کی جانب جھکا تھا۔ چہرے کے تاثرات ابھی بھی نارمل نہیں ہوئے تھے۔ اگر جو مہر ماہ سحر کے ہاتھ میں موبائل ہوتے میسج سین کر لیتی تو۔۔۔۔ اسکی اپنے لئے جذبوں کی صداقتوں کا وہ خود گواہ تھا۔ وہ تو یہی سمجھ رہی ہو گی یہ سب ضامن کا کیا دھرا ہے۔ دل کا ابال پھر سے بڑھنے لگا تھا۔ یہ ایک آکورڈ صورت حال تھی۔ میسج ٹون بجی تھی۔ وہ جان کر انجان بن گیا تھا۔

Copyright by New Era Magazine

"اب کب تک منہ پھلائے رکھیں گے؟"سحر نے اسکی چپ پر چوٹ کی تھی۔وہ اس سے خفا نہیں ہوتا تھا۔شاید مستی مذاق میں اس نے واقعہ ہی حد پھلانگ دی تھی ۔بدلے میں وہ کچھ نہیں بولا تھا۔

"ضامن سوری بول تو رہی ہوں آپ کو۔پتہ ہے یہ سب آپ کی ہی غلطی ہے۔"اسکے تیز تیز کہنے پر اس نے سر اٹھا کر اسے گہری نظروں سے دیکھا تھا۔سحر کچھ توقف کے لئے رکی۔

" صحیح کہہ رہی ہوں۔آپ سے کتنی بار کہا کہ مجھے دیکھنا ہے مہر ماہ دولہن بنی کیسی لگ رہی تھی مگر آپ نے ہی نہیں سنی میری۔اب میں نے خود سے اس سے مانگ لیں تو کون سی قیامت آگئی ہے۔"

منہ بنا کر کہتی وہ معصومیت کی انتہا کر گئی تھی۔ضامن نے ایک گہرا سانس سینے سے خارج کیا۔

"اور وہ میسجز کرنا تو بہت ضروری تھا ناں۔"اسکا چہرہ ایک بار پھر رنگ بدلنے لگا تھا ۔سحر نے اسکا چہرہ دیکھ کر بمشکل اپنی ہنسی روکی تھی۔

"وہ میسجز۔۔۔۔۔وہ تو میں نے اپنی طرف سے کیے تھے۔آپ کیوں اتنے لال پیلے ہو رہے ہیں۔"وہ اب اسکی ٹانگ کھینچ رہی تھی۔

Copyright by New Era Magazine

"جی بالکل مگر آپ کی اطلاع کے لئے عرض ہے کہ وہ آپ نے میرے نمبر سے کیے ہیں۔آپ اپنی محبتوں بھرے پیام اپنے نمبر سے بھیجا کریں سحر بی بی مجھے قطعی کوئی اعتراض نہیں ہو گا۔" اسکا غصہ ایک بار پھر عود کر آیا تھا۔ مسکراتے ہوئے اسکے آگے سے لیپ ٹاپ بند کرتے پرے کرتی وہ خود لاڈ سے اسکی گود میں سر رکھ ترچھی سی لیٹ گئی تھی۔

"آپ کو میرا احسان مند ہونا چاہیے۔آپ کے حصے میں نیکیاں ہی لکھوائی ہیں میں نے ۔بیوی جب شوہر سے خوش ہوتی ہے تو اللہّ پاک اس کا ثواب بھی شوہر کو ہی دیتے ہیں ۔اور آپ کو کیا پتہ ضامن صاحب۔شوہر کی طرف سے محبتوں کے یہ چھوٹے چھوٹے اظہار بیوی کے لئے کیا معنی رکھتے ہیں۔آپ کو پتہ ہے میرا جب موبائل خراب ہوا تھا تو سب سے زیادہ دکھ مجھے کس بات کا ہوا تھا؟ کہ میں نے آپ کے سارے میسجز کھو دیے ہیں۔وہ پہلا میسج جو آپ نے مجھے آئی لو یو کا کیا تھا۔وہ میرے لئے کتنا خاص تھا میں اسے ہمیشہ اپنے پاس سیور رکھنا چاہتی تھی۔ویسے یاد آیا۔۔۔آپ نے کتنا ٹائم ہوا مجھے آئی لو یو تک نہیں بولا۔" بات کہاں سے شروع ہوتی کہاں آکر ختم ہوئی تھی۔ضامن کی ناراضگی اس گلے پر فوری غائب ہوئی تھی۔

Copyright by New Era Magazine

"اور کرواؤ شوہر کی دوسری شادی۔اب بھگتو۔"خود پر سنجیدگی طاری کرتے وہ اسے چڑانا چاہ رہا تھا۔

"رہنے دیں آپ۔وہ بھلی روح ہے۔مجھے اس سے بد ظن کرنے کی کوشش ناکام نہ ہی کریں آپ۔"وہ ہنس دی۔

"جانتی نہیں ہو اس بھلی روح کو ابھی تم۔جس دن اسے پتہ چل گیا نا سارا سچ۔قیامت آنی ہے۔"مسکراہٹ ہونٹوں کے کناروں میں دابے وہ اسے ڈرانا چاہ رہا تھا۔

"میں نہیں مانتی۔۔۔۔اتنی پیاری اور معصوم سی تو ہے۔"اسکے جوابی تبصرے پر اس نے سر جھٹکا۔

"اور جس دن تمہارے سسر صاحب کو علم ہو گیا نا تو سمجھ لینا اس دن تم دونوں نے ایک ساتھ بیوہ ہو جانا ہے۔"اب وہ خود بھی ہنس رہا تھا۔سحر نے اسکی بات پر خفگی سے اسے گھورا تھا۔

"اللہّ نہ کرے ضامن۔کیسی دل دہلا دینے والی منظر کشی کر رہے ہیں۔"اپنی تیز ہوتی ہارٹ بیٹ پر ہاتھ رکھے اس نے اسے ٹوکا تھا۔

"تمہیں ذہنی طور پر تیار کر رہا ہوں۔"اسکے بالوں میں انگلیاں پھیرتے وہ محظوظ ہو رہا تھا۔

Copyright by New Era Magazine

"ایسا کچھ نہیں ہو گا۔اللہّ پاک آپ کے لئے آسانیاں پیدا کر دے گا۔"اسکے چہرے پر نظر جمائے وہ عجیب سی مسکراہٹ کے ساتھ کہہ رہی تھی۔

"انشاءاللہّ۔"اور اگر ضامن شاہ کو پتہ ہوتا کہ وہ ایسا کیوں کہہ رہی ہے تو وہ کبھی جواب میں ایسا نہ کہتا۔

. . . . . .

اگلی بار اسکا چکر اور بھی جلدی لگا تھا۔وہ پندرہ دن بعد ہی اسکے سامنے موجود تھا۔یہاں تک کہ بھابھی نے بھی اسے چھیڑا تھا۔

"دیور جی کے چکر اب کچھ زیادہ ہی جلدی جلدی لگنے لگے ہیں۔"وہ کچن میں پانی پینے کے لئے آیا تھا جب زارا بھابھی نے اسکی موجودگی پر مہرماہ کو معنی خیزی سے کہا تھا۔ضامن کو اچھو لگتے لگتے بچا تھا۔کھانستے ہوئے وہ کچن سے باہر نکل گیا تھا۔اپنی طرف سے توازن رکھنے کی وہ پوری کوشش کر رہا تھا۔اور اس سعی میں سب سے زیادہ درگت بھی اسی کی بن رہی تھی۔دو انتہاؤں کے درمیان جھولتے وجود کا سا گمان لئے وہ خود سے منسلک رشتوں کی کسوٹی پر پورا اترنے میں ہلکان ہوا جاتا تھا۔مگر ایک بات کی اسے خوشی تھی مہرماہ اب خوش رہنے لگی تھی۔اسکے گلے ختم ہونے لگے تھے اور یہ اسکے لیے راحت کا باعث تھا۔

Copyright by New Era Magazine

مگر دوسری طرف سحر اسے اب پریشان کرنے لگی تھی۔وہ جب جب واپس آتا تھا سحر اسے کچھ اور بھی بیمار بیمار لگتی تھی۔اور ایسا کیوں تھا وہ سمجھ نہیں پا رہا تھا۔مگر اس کا اظہار وہ کہیں بار اس کے سامنے کر چکا تھا۔بدلے میں وہ ہر بار اسے ہنس کر ٹال جاتی تھی یہ کہہ کر کہ پریگننسی کی وجہ سے ایسا لگ رہا ہے۔

سحر کی ڈیلیوری ڈیٹ قریب تھی۔انہیں دنوں گاؤں سے اسے کال موصول ہوئی تھی ۔مہر ماہ امید سے تھی۔حویلی میں جشن کا سا سماں تھا۔سب خوش تھے۔امی اس سے آنے کا پوچھ رہی تھیں مگر وہ کام کا بہانہ کر کے ٹال گیا تھا۔ایسا نہیں تھا کہ اسے خوشی نہیں تھی مگر فلحال اسکی سحر کے پاس موجودگی زیادہ ضروری تھی۔گھر والوں کی خوشی اسے پر ملال بھی کر گئی تھی۔مہر ماہ کی خوشی میں وہ سب کس قدر مسرور تھے اور سحر جو اسی خاندان کے وارث کو جنم دینے والی تھی کسی کو علم تک نہ تھا۔اور اگر ہو بھی جاتا تو کیا اسی طرح مسرت کا اظہار کیا جاتا جس طرح مہر ماہ کی دفع کیا جا رہا ہے۔

مہر ماہ سے اسکی بات ہوتی رہتی تھی۔وہ اسے یہی کہہ رہا تھا کام کا پریشر زیادہ ہے۔اس لئے آ نہیں پا رہا جیسے ہی موقع ملے گا وہ آفوری آ جائے گا۔اور وہ بھی اسکے جھوٹے دلاسوں پر یقین کر لیتی تھی۔

Copyright by New Era Magazine

اس وقت بھی وہ شدید اضطراری کیفیت میں گھر الیبر روم کے باہر ٹہل رہا تھا جب مہر ماہ کی کال آئی تھی۔ کل رات سے سحر ہو سپٹل ایڈمٹ تھی ایسے میں اپنی پریشانی میں اس سے بات تک نہیں ہو پائی تھی اب ناچار اسے کال ریسیو کرنی پڑی تھی ۔دوسری طرف وہ اس کی آواز سنتے ہی جی اٹھی تھی۔ محبت نے اگر کسی کو چاروں شانے چت کیا تھا تو مہر ماہ شاہ کو کیا تھا۔

"کیسے ہیں آپ؟ کل سے بات نہیں ہوئی میں ڈر گئی تھی کہیں خدانخواستہ طبیعت خراب نہ ہو؟ وہاں کوئی ہے بھی تو نہیں آپ کا خیال رکھنے والا۔" وہ ایک ہی بار میں شروع ہو چکی تھی۔ ضامن نے کوریڈور کے اینڈ سے ٹرن لیتے ایک بار پھر امید بھری نظروں سے بند دروازے کو دیکھا تھا۔ اس بار بھی مایوسی ہوئی تھی۔ تھک کر ایک طرف دیوار سے ٹیک لگائے وہ رک گیا تھا۔

"میں ٹھیک ہوں مہر ماہ۔ اتنی پریشان مت ہوا کرو۔ بتایا تو تھا آج کل کام زیادہ ہے ۔بس تم دعا کرو سب بخیر و عافیت ہو جائے۔" تھکن زدہ سی آواز میں وہ دروازے پر نظریں جمائے ہوئے کہہ رہا تھا۔

"انشاءاللہ ایسا ہی ہو گا۔ آپ کام کو اتنا بھی خود پر سوار مت کیا کریں ضامن۔" صدق دل سے کہتے ساتھ اسے ٹوکا بھی تھا۔ وہ جواباً کچھ نہیں بولا تھا۔

Copyright by New Era Magazine

"اس ویک اینڈ آئیں گے آپ؟"ایک بار پھر وہی سوال۔ضامن نے ایک گہرا سانس خارج کیا تھا۔

"اس ویک اینڈ تو شاید ممکن نہ ہو سکے۔"اتنے کھلے الفاظ میں کیا جانے والا انکار دوسری طرف مہرماہ کا دل خون کر گیا تھا۔

"آپ خوش نہیں ہیں کیا؟"۔اسکی بجھی بجھی آواز سنائی دی تھی۔وہ کس تناظر میں پوچھ رہی تھی ضامن اچھے سے جانتا تھا۔

"کیسا فضول سوال ہے مہرماہ۔میں کیوں خوش نہیں ہوں گا۔"لہجے میں ناگواری در آئی تھی۔دیوار کی ٹیک چھوڑتے اس کے اعصاب کچھ اور بھی تناؤ کا شکار ہونے لگے تھے۔

"جب سے یہ خبر آئی ہے آپ ایک بار بھی نہیں آئے ضامن۔میں ایسا کیسے نہ سوچوں پھر۔"وہ بے بسی سے اپنی سوچوں کے در اس پر وا کر رہی تھی۔

ضامن نے خود کو اتنا لاچار پہلے کبھی نہیں محسوس کیا تھا۔انگلیوں سے ماتھا مسلتے اس نے اپنی آنکھیں لاچاری کے احساس سے موند ڈالی تھیں۔

"مہرماہ میں کیسے سمجھاؤں تمہیں؟"تبھی دروازہ کھلا تھا۔آہٹ پر ضامن نے آنکھیں کھولی تھیں۔

Copyright by New Era Magazine

"میں تمہیں بعد میں کال کرتا ہوں۔" سرعت سے کہہ کر دوسری طرف کی کوئی بھی بات سنے وہ کال کٹ کر چکا تھا۔

نرس کے ہاتھوں میں کمبل میں لپٹا ننھا سا وجود اسکی ساری توجہ اپنی طرف کھینچ چکا تھا ۔مگر دھیان کی ڈوری تو اب بھی سحر سے بندھی ہوئی تھی۔

"سسٹر میری وائف؟" نرس کے کچھ بھی کہنے سے پہلے اس کا بے تابانہ سوال تیار تھا۔

"وہ بھی ٹھیک ہیں۔ مبارک ہو آپ کو بیٹا ہوا ہے۔" پیشہ ورانہ نرم سی مسکراہٹ سے بتاتے ہوئے اس نے اپنے ہاتھ آگے بڑھائے تھے۔اک تشکر آمیز گہری سانس لبوں سے خارج کرتے ضامن نے بچے کو اپنے ہاتھوں میں لیا تھا۔ جھکی گردن کے ساتھ اسکا گلابی چہرہ دیکھتے اپنے ہونٹوں کا لمس اسکی نرم روئی جیسی چھوٹی سی پیشانی پر چھوڑا تھا ۔نرس نے عجیب ترحم آمیز نظروں سے اسے دیکھا تھا اور پھر وہ بے دلی سے پلٹ گئی تھی۔

سحر کو کافی دیر بعد روم میں شفٹ کیا گیا تھا۔تب تک خالہ بھی آ گئیں تھی۔ جس لمحے وہ کمرے میں داخل ہوا اس کے کانوں سے خالہ کی آواز ٹکرائی تھی۔

"اب تو اسے سب سچ سچ بتا دو سحر؟ آخر کب تک اس سے حقیقت چھپا سکوں گی۔"

Copyright by New Era Magazine

اسکی طرف پشت کیے بیٹھیں وہ نجانے کیا بتانے کا کہہ رہی تھیں۔اس سے پہلے کہ سحر کوئی جواب دیتی اسکی نظر ضامن پر پڑ چکی تھی۔

"لیں خالہ یہ بھی کوئی مسئلہ ہے۔آ گئے ضامن ابھی فیصلہ ہو جاتا ہے۔"زرد رنگت کے ساتھ نقاہت لئے آواز میں کہتی وہ ہلکا سا مسکرائی تھی۔ضامن چلتا ہوا بیڈ کے قریب آیا تھا۔خالہ نے تیزی سے ہاتھ چہرے پر پھیرا تھا۔نجانے اسے کیوں لگا جیسے وہ رو رہی تھیں۔مگر کیوں؟وہ الجھا۔شاید خوشی کے آنسو۔۔۔۔

"ضامن میں نے ہمارے بیٹے کا نام طے کر لیا ہے اب سے نہیں کافی مہینے پہلے سے ہی ۔اور خالہ کو لگتا تھا کہ مجھے یہ بات آپ کو بتا دینی چاہیے۔آخر آپ نے بھی تو کچھ سوچا ہی ہو گا۔اب بھی یہی بحث ہو رہی ہے۔"لہجے میں بشاشت پیدا کرنے کی ناکام کوشش کرتے وہ بول رہی تھی۔خالہ بس اسے دیکھ کر رہ گئیں۔ضامن مسکرا دیا۔

"کیا نام سوچا ہے تم نے؟"

اسکے سر پر ہاتھ رکھتے وہ نرمی سے پوچھ رہا تھا۔

"انس ضامن۔"کہہ کر اب وہ رائے طلب نظروں سے اسکی جانب دیکھ رہی تھی۔

"بہت پیارا نام ہے۔"وہ کہہ رہا تھا۔سحر نے اسے دیکھ کر لبوں کو مسکراہٹ کے سے انداز میں کھینچا تھا۔ایسا کرتے ہوئے اسکے ہاتھ کا دباؤ ارادی طور پر خالہ کے ہاتھ پر بڑھ

Copyright by New Era Magazine

گیا تھا۔ نظروں میں ان جانی سی التجا لئے اس نے خالہ کی طرف دیکھا تھا جو دل مسوس کر نگاہ پھیرتے چپ رہ گئیں تھی۔

.....حویلی سے بار بار کال آنے اور سحر کے منت سماجت کرنے کے باوجود وہ کان لپیٹے رہا تھا۔اس وقت سحر کو اسکی زیادہ ضرورت تھی۔وہ ٹھیک نہیں لگتی تھی۔اسکی گرتی صحت، کم ہوتا وزن اور کملائی ہوئی رنگت اسکے لئے تفکر کا باعث تھی۔اپنے تئیں وہ اسکا خیال رکھنے کی پوری پوری کوشش کر رہا تھا۔خالہ بھی ہر روز چکر لگاتی تھیں انکی وجہ سے بھی اسے کافی آسانی رہی تھی۔پیدائش کے بیس دن بعد سحر کو خالہ کی طرف چھوڑتے بلا آخر اسے حویلی جانے کا خیال آ ہی گیا تھا۔

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

وہاں پہنچ کر بھی اسے سب کی ناراضگی کا سامنا کرنا پڑا تھا۔اس بار وہ پورے دو ماہ بعد اپنی شکل دکھا رہا تھا۔امی الگ اس سے خفا ہو رہی تھیں۔باری باری سب کو مطمئین کرتا وہ خود بے اطمینانی کا شکار ہونے لگا تھا۔

مہر ماہ کی ناراضگی اسے دیکھ کر زیادہ دیر تک قائم نہیں رہ سکی تھی۔اس سے بات نہ کرنے کے وہ تمام دعوے جو اسکی اتنی لمبی غیر حاضری پر اس کے دل نے کیے تھے

Copyright by New Era Magazine

اسکی آمد پر بھر بھری ریت کی مانند ثابت ہوئے تھے۔وہ آفس سے ویسے بھی لیو پر تھا لہذا اس بار سب کو راضی کرنے کے لئے ایک ہفتہ رکا تھا۔

ماں بننے کا حسن مہر ماہ کے چہرے پر الوہی سی روشنی بن کر چمک رہا تھا۔بلاشبہ وہ پہلے سے زیادہ حسین لگنے لگی تھی۔وہ بے اختیار اسکا اور سحر کا موازنہ کر بیٹھا تھا۔پریگننسی کے دوران اسکی صحت پہلے سے خراب رہنے لگی تھی۔لیکن پھر خود کو تسلی دے دی تھی کہ ہر عورت پر اسکے اثرات مختلف طرح سے مرتب ہوتے ہیں۔

وہ دونوں حویلی کی پچھلی جانب بنے باغیچے میں چہل قدمی کر رہے تھے۔مغرب کے بعد کا وقت تھا۔اندھیرے نے اپنے پر پھیلاتے ہوئے ہر شے کو تاریکی کے سائے میں لے لیا تھا۔ایسے میں مصنوئی روشنیوں سے آویزاں وہ باغیچہ رنگ برنگے پھولوں کی تازگی و مہک لئے ماحول کو فسوں خیز بنا رہا تھا۔اسکی ہمراہی میں قدم قدم چلتے مہر ماہ کو صحرا بھی کسی نخلستان سے کم نہ لگتا۔یہاں تو پھر رنگ و بو کا سحر طاری کرتا ماحول تھا اس پر مستزاد من چاہے ساتھی کا ساتھ۔قدم زمین پر پڑے تو بھی ہواؤں میں اڑنے کا سا گماں ہونے لگتا ہے۔

"اس بار مجھے بیٹی چاہیے۔" باتوں کے دوران اچانک سے ضامن نے کہا تو مہر ماہ نے رک کر اسے دیکھا تھا۔

Copyright by New Era Magazine

"اس بار۔۔۔۔؟" حیرانگی سے کہتے وہ ہلکا سا مسکرائی تھی۔

"آپ تو ایسے کہہ رہے ہیں جیسے پہلے ہمارے نجانے کتنے بے بیز ہیں جو اس بار آپ کو خصوصی طور پر بیٹی ہی چاہیے۔" وہ اسکی بات کو مذاق کا رنگ دے گئی تھی۔ضامن کی مسکراتی آنکھوں میں انس کا عکس آن ٹھہرا تھا۔

"اس بار تو بیٹی ہی ہو گی انشاءاللّٰہ۔ہاں اگلی بار کے لئے تمہاری مرضی تم اللّٰہ سے جو مانگ لو۔" اسکے سرخ پڑتے چہرے پر نگاہوں کی گرفت کیے وہ شرارت آمیز لہجے میں مسکرا کر کہہ رہا تھا۔

آسمان پر تیرتے چاند نے اس چاندنی سی روشن لڑکی کے یوں ہی مسکراتے رہنے کی دعا کی تھی۔ مگر کچھ دعائیں قبولیت کا درجہ حاصل کرنے میں دیر کر دیتی ہیں۔

. . . . . .

.

انس کی ویکسینیشن کروانی تھی جس کے لئے وہ آفس سے بھی جلدی نکل آیا تھا۔ سحر ابھی ابھی انس کو تیار کرنے کے بعد سلا کر اسکے لئے چائے بنائے کمرے سے نکلی تھی جب شاور لے کر چینج کرتے وہ خود ہی دراز میں سے اسکا ویکسینیشن کارڈ ڈھونڈنے لگا تھا جو کچھ ہی تردد کے بعد اسکے ہاتھ میں تھا۔دراز بند کرتے اسکی نظر اس سفید کوروالی

Copyright by New Era Magazine

فائل پر پڑی تھی دراز بند کرتے اسکا ہاتھ ٹھٹکا تھا۔اوپر جلی حروف میں ہوسپٹل کا نام لکھا تھا۔جس کے نیچے لکھا پیشنٹ کا نام "سحر ضامن" اسکے لئے اچنبھے کا باعث بنا تھا۔ ایک بات تو طے تھی وہ سحر کی پریگننسی فائل نہیں تھی۔اسے وہ کہیں بار دیکھ چکا تھا ۔یوں ہی جھکے ہوئے اس نے وہ فائل اٹھا کر سیدھا ہوتے کھولی تھی۔اسے ذرہ برابر بھی جو پتہ ہوتا آگے قدرت اسے کیا آگہی دینے کو ہے تو یہ سنگین غلطی وہ کبھی نہیں کرتا۔ جوں جوں وہ سفید صفحوں پر بکھری سیاہی کی وہ چند سطریں دیکھتا جا رہا تھا اس کی آنکھوں کی پتلیوں میں تحیر آنے لگا تھا۔صفحات الٹتے ہوئے اسکے ہاتھوں کی لرزش بہت واضح تھی۔یہ سب کوئی اس کے لئے انجانی باتیں تو نہ تھیں۔سمیر کی ایسی فائلز لئے وہ کہیں ڈاکٹرز کے سامنے بیٹھ کر ڈسکس کرتا تو رہا تھا۔اتنی پرانی بات بھی تو نہیں تھی جو وہ بھول جاتا۔شاک سے بے یقینی تک کا سفر طے کرتے وہ تکلیف کی اتھاہ گہرائیوں میں آن گرا تھا جس کے اثرات اس کے چہرے کے خدوخال میں گھلتے چلے گئے تھے۔

"ضامن؟" پکارتے ہوئے سحر کو اپنی آواز خود انجان لگی تھی۔دل تھا کہ سوکھے پتے کی مانند لرزا تھا۔اتنے عرصے میں وہ یوں نہیں ہاری تھی جب کہ وہ اکیلی لڑ رہی تھی جتنا سامنے کھڑے شخص کی آنکھوں نے اسے یکلخت پسپا کر دیا تھا۔وہ ہمت کیسے نہ ہارتی جب وہ سامنے آنکھوں میں ڈھیر ساری بے یقینی اور شاک کی کیفیت لئے کھڑا تھا

Copyright by New Era Magazine

۔چہرے کی رنگت میں جو تغیر برپا ہوا تھا اس نے سحر کو تیزی سے اسکی جانب بڑھنے پر مجبور کیا تھا۔

سرعت سے اس کے پاس آتے تیزی سے اسکے ہاتھ سے فائل لیتی وہ گردن اٹھا کر اسکا چہرہ دیکھنے لگی تھی جو زرد رنگت کے ساتھ بت بنا کھڑا تھا۔

"ضامن یہ۔۔۔۔"وہ کچھ کہنا چاہ رہی تھی مگر اس کی نگاہوں میں جو تاثر تھا، سحر کے الفاظ لبوں تک آنے سے پہلے ہی دم توڑ گئے تھے۔

کیا کچھ نہ تھا ان سرخ گوشوں سے سجی جلتی آنکھوں میں۔شاک، بے یقینی، تکلیف اور ڈھیر سارا غصہ اور ناراضگی۔۔۔۔وہ نظریں نہ چراتی تو کیا کرتی۔

وہ چپ چاپ اسے دیکھتا رہا تھا کسی پوچھ گچھ کی ضرورت تھی ہی کب ؟۔اس کا نظریں چرانا، اسکی زرد پڑتی رنگت، گرتی صحت اور اس کے لاتعداد جھوٹ جن پر وہ ہر بار یقین کر لیتا تھا۔وہ اس سے باز پرس کرے یا اپنی غفلت پر خود کو لعن طعن کرے وہ لمحہ اسے یہ تک فیصلہ کرنے کی اجازت تک نہ دیتا تھا۔بے بسی، بے یقینی، بے ہمتی وہ پلوں میں لاچار ہوا تھا۔

Copyright by New Era Magazine

جذبات کا ایک شدید ریلا تھا جو آنکھوں میں جلن کا باعث بننے لگا تھا۔ نمکین سی نمی نے بہت ساری تکلیف کو دل سے آنکھوں تک کی راہ دکھائی تھی۔ وہ ایک جھٹکے سے اپنی جگہ سے ہٹ جانا چاہتا تھا جب سحر نے اپنے دونوں ہاتھوں میں اسکی بازو کو جکڑا تھا۔

"یوں نہ کریں ضامن۔۔۔۔۔اس طرح تو میں وقت سے پہلے ہی مر جاؤں گی۔" بہتی آنکھوں اور گیلی آواز میں کی گئی التجا نے اس کے قدموں کو زنجیر کیا ہی تھا، ساتھ ہی دل کو بھی مٹھی میں لے کر سختی سے بھینچ ڈالا تھا۔

لمحے کے ہزارویں حصے میں اسکی طرف پلٹتا وہ اسے اپنی باہوں کے حصار میں سختی سے بھینچ چکا تھا۔ بالکل کسی بچے کی مانند جسے اپنی کسی دلعزیز شے کے کھو جانے کا خدشہ لاحق ہو۔ اسکی گردن میں منہ چھپائے پوری طرح اسے خود میں سموئے اسکے تیز ہوتے تنفس کے ساتھ سحر کی سانسیں مدھم پڑنے لگی تھیں۔ اپنی گردن پر اسکے آنسوؤں کی گیلاہٹ وہ اچھے سے محسوس کر سکتی تھی۔ کوئی تسلی، کوئی دلاسہ، ڈھارس کا ایک آدھ بول اس کے منہ سے ادا ہونے کا متقاضی نہ رہا تھا۔ یہ لمحہ اسے ہمیشہ ڈراتا تھا ،وہ سوتے ہوئے جاگ جایا کرتی تھی۔ راتوں کو کتنی کتنی دیر خود تکلیف برداشت کرتے اسکا پرسکون سویا ہوا چہرہ دیکھا کرتی تھی۔ یہ وہ اذیت تھی جس سے وہ اسے ہر صورت بچا کر رکھنا چاہتی تھی، اور شاید غیر ارادی طور پر جس سے وہ خود کو بچانا چاہتی

Copyright by New Era Magazine

تھی۔ مشکل ہوتا ہے اپنی تکلیف پر صبر کرنا مگر مشکل ترین ہوتا ہے خود سے جڑے پیاروں کو اپنی تکلیف پر تڑپتا ہوا دیکھنا۔

وہ تکلیف تو زیادہ کاری ثابت ہوتی ہے۔ حوصلے اور بھی جلدی ہار ماننے لگتے ہیں۔

"میں تمہیں کھونا نہیں چاہتا۔۔۔" بہت دیر بعد اسکی مدھم سی آواز سنائی دی تھی جس میں بہت سارے خدشے پھنپھنا رہے تھے۔

اسکی پشت پر سحر کا ہاتھ لرزا تھا۔ خود کو مضبوط ظاہر کرتے کرتے وہ خود بھی تھکنے لگی تھی۔ لمحوں کا کھیل تھا۔ وہ سب بھول گئی تھی۔ وہ ساری ہمت جو اس نے اتنے عرصے میں خود کو دلائی تھی، وہ سارے آنسو جو اس نے روک لئے تھے، وہ حقیقت پسندی جس کے ساتھ جیتے وہ خود کو آنے والے ہر برے سے برے لمحے اور تکلیف کے لئے تیار کر چکی تھی ۔بس ایک بار اسکے سینے پر سر رکھ کر وہ کھل کر رونا چاہتی تھی۔ اور اس نے ایسا ہی کیا تھا۔

. . . . . .

.

Copyright by New Era Magazine

لاؤنج کے صوفے پر وہ دونوں قریب قریب بیٹھے تھے۔یوں کہ ضامن کا بازو اسکا کندھا چھو رہا تھا۔سامنے میز پر وہ فائل اب بھی رکھی ہوئی تھی جس پر ضامن کی سرخ ہوتی ہلکی سی نمی کا اب بھی شکار آنکھیں جمی ہوئی تھیں۔وہ صرف ایک فائل تو نہیں تھی اسکی ہنستی بستی زندگی میں اک طوفان کی سی طرح وارد ہوئی تھی۔

سحر نظریں جھکائے گود میں دھرے ہاتھوں کو دیکھ رہی تھی۔ڈھیلا سا بالوں کا جوڑا اب لڑھک کر گردن پر آچکا تھا۔بالوں کی چند لٹیں اسکے ستے ہوئے چہرے کے گرد طواف کرتیں اسے اور بھی ویران بنا رہی تھیں۔

"کب سے چل رہا ہے یہ سب؟"بہت دیر بعد اسکی آہستہ سی آواز گونجی تھی۔اسکے لئے بیماری کا لفظ استعمال کرنے کی ہمت وہ اپنے اندر اب بھی پیدا نہیں کر پایا تھا۔شاید بے یقینی تھی جس کا کوئی انت نہیں تھا۔

"پریگننسی کے دوسرے ماہ سے۔"سر جھکائے یوں ہی بیٹھے اس نے کسی مجرم کے سے انداز میں جواب دیا تھا۔ضامن نے اپنی آنکھوں کو زور سے بھینچا تھا۔اسکے اتنے قریب ہو کر بھی وہ اتنے عرصے سے اس قدر تکلیف کا شکار رہی تھی اور وہ جان نہ سکا۔وہ خود کو اپنی بے خبری پر کوستا یا اسے اس کمال رازداری کے لئے داد دیتا۔۔۔۔۔۔

Copyright by New Era Magazine

"ووٹنگ کے دوران مجھے خون آیا تھا۔ڈاکٹر کو دکھایا تو کچھ ٹیسٹ کروائے گئے تبھی سے۔۔۔۔۔ڈاکٹرز کا کہنا ہے کہ یہ موروثی بیماری ہے۔ سمیر بھائی کے ساتھ بھی تو ایسے ہی ہوا تھا۔" وہ اسے دیکھ اب بھی نہیں رہی تھی مگر اس کے اضطراب سے بخوبی واقف تھی۔

"خالہ کو پتہ ہے؟" اسکے سوال پر ہولے سے سر کو اثبات میں جنبش دی گئی تھی ۔ضامن نے ایک گہرا سانس اندر کھینچا تھا۔اس دن ہوسپٹل میں ہونے والی خالہ اور اسکے درمیان گفتگو کا سیاق وسباق اب سمجھ میں آیا تھا۔

"بس ایک میں ہی اپنا نہیں تھا جسے بتانے کی زحمت گوارہ نہیں کی۔" ضامن جانتا تھا وہ غلط وقت پر غلط شکوہ کر رہا تھا مگر اندر کا غبار اسے ایسا کرنے پر مجبور کر رہا تھا۔ سحر نے چہرہ اٹھا کر اس بار اسکی جانب دیکھا تھا جو سامنے میز کی سطح پر دھری فائل کو اب بھی گھور رہا تھا۔گلے میں اٹکتے نمکین پانیوں کے گولے کو نگلنے کی سعی کرتے اس نے آہستگی سے اپنا سر اسکے بازو پر ٹکایا تھا۔اپنا ہاتھ اس کے گھٹنے پر رکھے ہاتھ پر رکھتے اس نے تکلیف کے احساس سے اپنی آنکھیں موند لیں۔

"ایک آپ ہی تو سب سے اپنے ہیں ضامن۔میرے بس میں ہوتا تو اپنی آخری سانس تک آپ کو اس تکلیف سے دور رکھتی اور میں ایسا کر بھی لیتی۔۔۔۔" بھرائی آواز میں

Copyright by New Era Magazine

کہتے ہوئے وہ ہلکا سا ہنسی تھی۔"یہ تو آپ کے بیٹے نے سارا کام خراب کر دیا اسی کی چیخ وپکار پر میں نے فائل بے احتیاطی سے رکھ دی تھی۔"وہ مضبوط لہجے میں تاسف سے کہہ رہی تھی۔ضامن کی آنکھ سے ایک قطرہ بے اختیار چھلکا تھا۔اسکے بالوں کو لبوں سے چھوتے اس کے گرد اپنی بازو کا حصار کیے اسے اسکی ہمت سے خوف محسوس ہوا تھا جواب بھی مسکرا رہی تھی۔وہ کیوں مسکرا رہی تھی بھلا زندگی کی ڈور ہر گزرتے لمحے ہاتھ سے کھسکتے محسوس کر کے بھی کوئی اتنے دل سے کیسے مسکرا سکتا ہے؟۔۔۔۔

"میں تمہیں کچھ نہیں ہونے دوں گا سحر۔۔۔۔کچھ نہیں ہونے دوں گا۔"اس لمحے وہ اسے یقین دلا رہا تھا یا خود کو وہ خود نہیں جانتا تھا۔

. . . . . .

سحر کا ڈائیلاسس جو شروع شروع میں مہینے میں ایک بار ہوتا تھا اب ہفتے میں ایک بار ہونے لگا تھا۔رات کو اس کے کروٹ بدلنے پر بھی وہ بدک کر اٹھ جایا کرتا تھا۔کہیں راتیں تکلیف کے عالم میں اس نے اسکے ساتھ ٹہلتے ہوئے کاٹی تھیں۔وہ بہت صابر تھی۔درد کی انتہا پر بھی اس کی ڈھارس کے لئے مسکراتی تو ضامن کو اپنا دل بند ہوتا محسوس ہوتا۔خالہ کی وجہ سے انس کو سنبھالنے میں کافی آسانی رہی تھی۔سحر کی ایسی

Copyright by New Era Magazine

حالت میں اسکی پریگننسی اور پھر انس کی صحت مند پیدائش بھی کسی معجزے جیسی تھی ۔ایسا بہت کم کیسز میں ممکن ہو پاتا ہے۔

اس دن بھی معمول کی طرح اسکا ڈائیلاسس تھا۔ضامن سحر کے ساتھ ہوسپٹل پہنچا تھا ۔انٹرنس پر اس کا اچانک غیر متوقع طور پر حاطب سے سامنا ہوا تھا۔اپنی جگہ وہ ٹھٹکا تھا تو دوسری جانب اسے یوں کسی لڑکی کے کندھے پر بازو دراز کیے سہارے دیتے کھڑا دیکھ کر حاطب بھی بری طرح چونکے بنا نہ رہ سکا تھا۔

"ضامن تم یہاں؟۔۔۔اور یہ کون ہیں؟"بہت دیر بعد بلا آخر حاطب کو ہی ہوش آیا تھا۔سحر جو تصویروں میں حویلی کے سبھی مکینوں سے واقف تھی زرد چہرہ لئے ضامن کو دیکھنے لگی جو سنجیدہ صورت لئے ہونٹ بھینچے کھڑا تھا۔

"ضامن تم یہاں؟۔۔۔اور یہ کون ہیں؟"بہت دیر بعد بلا آخر حاطب کو ہی ہوش آیا تھا۔سحر جو تصویروں میں حویلی کے سبھی مکینوں سے واقف تھی زرد چہرہ لئے ضامن کو دیکھنے لگی جو سنجیدہ صورت لئے ہونٹ بھینچے کھڑا تھا۔

"بیوی ہے میری۔باقی باتیں گھر پر کر لیں گے ابھی تھوڑی جلدی میں ہوں۔"وہ جیسے حتمی فاصلے پر پہنچتا ان دونوں کو ششدر چھوڑ گیا تھا۔سحر پھٹی پھٹی آنکھوں سے نیم وا ہونٹ لئے اسے دیکھ رہی تھی۔جبکہ حاطب بے یقینی بھری نظروں سے اسے دیکھتا

Copyright by New Era Magazine

اب بھی خود کو یقین دلانے کی کوشش کر رہا تھا جو اس نے کہا ہے اس نے ٹھیک ٹھیک سنا ہے یا اسے کوئی غلط فہمی ہوئی ہے۔

اسے یوں ہی بت بنا چھوڑ کر وہ سحر کو لئے آگے بڑھ گیا تھا۔ حاطب کتنی دیر چہرے پر الجھن لئے کھڑا رہا تھا پھر اسکے چہرے پر غصے کی لالی نے الجھن کی جگہ لے لی تھی۔ وہ فطری طور پر ٹھنڈے مزاج کا حامل تھا تبھی خاموش ہو گیا تھا ورنہ وہیں ہو سپٹل میں ہنگامہ برپا ہو چکا ہوتا۔ اسی رات ضامن کو حویلی سے کال موصول ہوئی تھی۔ اسے حویلی جلد از جلد طلب کیا گیا تھا اور کس سلسلے میں کیا گیا تھا وہ اچھے سے آگاہ تھا۔ سحر جب سے ہو سپٹل سے آئی تھی پریشاں حال تھی۔

"اب کیا ہو گا ضامن؟ حویلی میں سب بہت خفا ہوں گے آپ سے۔" بستر پر نیم دراز وہ خفگی سے کہہ رہی تھی۔ ضامن نے کھڑکی کے سامنے سے ہٹتے ہوئے اسکی جانب دیکھا تھا۔ جس کی پیلی رنگت میں آنے والے لمحوں کا خوف بھی گھلتا چلا گیا تھا۔

"کچھ نہیں ہو گا میں ہینڈل کر لوں گا تم پریشان مت ہو۔" تسلی آمیز انداز میں کہتا وہ اسکے پہلو میں سوئے ہوئے انس پر بلینکٹ ٹھیک کرنے لگا تھا۔

"آپ کو بھی بھلا کیا ضرورت تھی حاطب بھائی سے یہ کہنے کی کہ میری بیوی ہے۔ بندہ موقع کی نزاکت دیکھ کر مصلحت سے بھی کام لے سکتا ہے۔" اسکے کہہ دینے سے اسکی

Copyright by New Era Magazine

فکر کم نہیں ہونے والی تھی۔وہ جانتی تھی حویلی میں کیا قیامت برپا ہو چکی ہو گی۔اور مہر ماہ؟؟؟.....اسکے بارے میں کچھ سوچنے کی تو وہ جرات بھی اپنے اندر پیدا نہیں کر پا رہی تھی۔

"ہاں موقع کی نزاکت دیکھ کر بے غیرت بن جاتا اور کہہ دیتا میرے دوست کی بیوی ہے۔ہے ناں؟"وہ غصہ ہو رہا تھا۔انس کی وجہ سے آواز تو دھیمی رکھی گئی تھی لیکن لہجے کی درشتی بڑی واضح تھی۔سحر جز بز ہو کر رہ گئی۔

"میں نے یہ کب کہا؟"وہ منمنا کر رہ گئی تھی۔ضامن نے ایک گہرا سانس خارج کیا تھا پھر چل کر اسکے سامنے بستر پر آ بیٹھا۔

"دیکھو سحر آج نہیں تو کل سب کو پتہ چلنا ہی تھا۔بلکہ مجھے لگتا ہے یہ میری غلطی ہے مجھے پہلے ہی بتا دینا چاہیے تھا پھر جو ہوتا دیکھا جاتا۔خیر اب بھی اچھا ہی ہو گیا ہے جو حاطب نے دیکھ لیا اس معاملے کو اسی طرح ہی آگے بڑھنا تھا۔اچھا ہے سب کو پتہ چل جائے گا۔میرے سینے پر دھرا بوجھ بھی کم ہو جائے گا۔جب تک صرف تم تھی اور بات تھی یار۔میں نے تمہاری ہر بار بات مانی ہے۔تم نے کہا مجھے ابھی کسی کو بتانا نہیں چاہیے تمہارے بارے میں میں نے مان لیا غلط کیا۔نہیں ماننا چاہیے تھا۔یہ تمہارے ساتھ بھی زیادتی تھی۔مگر اب انس بھی ہے۔وہ اس حویلی کا وارث ہے۔کل کو مجھے

Copyright by New Era Magazine

کچھ ہو جائے تو تم دونوں کا کیا ہو گا؟ کہاں در در بھٹکو گے۔" وہ خود بھی اب اس سب معاملے کا کلائمکس چاہتا تھا قسمت نے موقع دیا تو بنا انجام کی پرواہ کیے اس نے وہی کیا جو وہ چاہتا تھا۔

"کیسی باتیں کر رہے ہیں ضامن۔ اللہ پاک آپکا سایا انس پر ہمیشہ قائم رکھے۔" سحر نے شاکی نظروں سے اسے دیکھتے ٹوکا تھا۔ اس نے اپنا نام نہیں لیا تھا اور یہ بات سامنے بیٹھے ضامن کو بری طرح چبھی تھی۔

"سو جاؤ تم۔ مجھے بھی سونے دو۔ کل صبح نکلنا بھی ہے خالہ سے کہہ دیا ہے وہ صبح صبح یہاں آ جائیں گی۔" خفا ہو کر کہتا وہاں سے اٹھتے اس نے کمرے کی لائٹس آف کی تھیں پھر اپنی جگہ آ کر دراز ہو گیا۔ سحر بس خاموش نظروں سے اسکی پشت دیکھتی رہ گئی تھی جو کروٹ لئے سونے کی ناکام کوشش کر رہا تھا۔

. . . . . .

.

حاطب شہر گیا تھا اپنے کسی دوست کی عیادت کرنے مگر واپسی پر جو خبر ساتھ لے کر آیا تھا اس نے حویلی میں اک بھونچال سا برپا کر کے رکھ دیا تھا۔ ہر کوئی اپنی جگہ بے یقینی

Copyright by New Era Magazine

اور شاک کی کیفیت میں گھرا تھا۔وہ کبھی یقین نہ کرتے اگر ضامن نے اپنے منہ سے اقرار نہ کیا ہوتا۔

مہرماہ کو تو جیسے چپ ہی لگ گئی تھی۔وہ نہ تو کچھ بولی تھی اور نہ ہی اسکی آنکھ سے آنسو کا ایک قطرہ تک گرا تھا۔سب سن کر خموشی سے کمرہ نشین ہو گئی تھی۔اس رات اسے وہ ساری باتیں رہ رہ کر یاد آئی تھیں جنہیں کبھی وہ ضامن کی ریزرو نیچر تو کبھی مصروفیت کے پلڑے میں ڈال کر خود ہلکی ہو جایا کرتی تھی۔

"تو یہ تھی آپ کی وہ مصروفیت ضامن شاہ جس کا بہانہ آپ ہر بار کیا کرتے تھے اور میں پاگل من و عن یقین کر بیٹھتی تھی۔محبتوں میں کسی کو لوٹا تو نہیں جاتا ضامن۔ایک بار تو میرے دل کا خیال کیا ہوتا۔" تصور میں اس سے شکوہ کناں وہ رات اس نے جاگتی آنکھوں میں کاٹ ڈالی تھی۔

وہ اگلی شام کا منظر تھا۔حویلی کے بڑے ہال نما کمرے میں سبھی افراد جمع تھے سوائے مہرماہ کے مگر پھر بھی سانس لینے تک کی آواز نہ آتی تھی۔سامنے والے صوفے پر ضامن بیٹھا تھا۔بالکل خاموش اور سپاٹ چہرہ لئے۔مگر وہ پر سکون دکھائی دیتا تھا ۔اس گھمبیر خاموشی کو تبریز شاہ کی گرجدار مگر تحمل آمیز آواز نے توڑا تھا۔

"حاطب جو کہہ رہا ہے اس میں کس حد تک سچائی ہے ضامن شاہ؟"

Copyright by New Era Magazine

ضامن نے فقط ایک لمحے کے لئے چہرہ اٹھا کر انکی جانب دیکھا تھا۔وہ جواب طلب نظریں اسی کے اوپر گاڑھے بیٹھے تھے۔پہلو میں براجمان شمریز شاہ کا چہرہ سرخ اور کندھے جھکے ہوئے معلوم ہوتے تھے۔ضامن شاہ کو دکھ نے آن گھیرا۔

"میں انکار نہیں کروں گا۔وہ سچ ہے باباجان۔" نظریں جھکاتے ہوئے اس نے اعتراف کیا تھا۔وہاں موجود ہر فرد کو سانپ سونگھ گیا تھا حقیقیت پہلے سے معلوم ہونے کے باوجود دل میں اک موہوم سی امید کا دیا روشن تھا ضامن کے اقرار نے اس دیے کو گل کر دیا تھا۔حاطب جو ایک طرف کھڑا تھا طیش بھری نظروں سے اسے دیکھ کر رہ گیا ۔اس حویلی کی روایات اجازت نہیں دیتی تھیں کہ بڑوں کی موجودگی میں بچے اپنا منہ کھولیں۔ورنہ اب تک ضامن شاہ کے گریبان تک اسکا ہاتھ پہنچ چکا ہوتا۔

تبریز شاہ نے اک قہر آلود نظر اس پر ڈالی تھی اور ایک جھٹکے سے اپنی جگہ سے اٹھ کھڑے ہوئے۔ساتھ بیٹھے شمریز شاہ کے وجود میں کوئی ہلچل نہیں ہوئی تھی۔وہ یوں ہی کسی ہارے جواری کی طرح بیٹھے رہے۔

"ہمت بھی کیسے ہوئی تمہاری ضامن شاہ؟اتنا بڑا دھوکہ،اتنا بڑا فراڈ۔۔۔۔کیا سمجھا تھا تم نے مہر ماہ شاہ کوئی راہ چلتی عام سی لڑکی ہے۔شاہوں کا خون ہے وہ اتنی ارزاں نہیں ہے جسے یوں رول دو گے۔شاہ خاندان کو تم میں سے یا مہر ماہ شاہ میں سے کسی ایک

Copyright by New Era Magazine

کا انتخاب کرنا ہوا تو ہر بار بنا سوچے سمجھے جواب فقط مہر ماہ شاہ ہو گا۔" انکے یوں تند و تیز لب و لہجے پر سبھی اٹھ کھڑے ہوئے تھے۔ سوائے شمریز شاہ اور سامنے مجرم بنے ضامن شاہ کے۔ وہ جھکے سر اور اٹھی آنکھوں سے لب بھینچے سن رہا تھا۔

"میں نے کوئی فراڈ نہیں کیا۔ سحر میری زندگی میں حادثاتی طور پر شامل ہوئی تھی بابا جان مگر مجھے اپنے فیصلے پر کبھی افسوس نہیں ہوا۔ وہ مہر ماہ سے پہلے میری زندگی میں تھی تو یہ دھوکہ بھی نہیں ہے ہاں میں مانتا ہوں میری غلطی ہے مجھے آپ سب کو سچ سچ بتا دینا چاہیے تھا۔ مگر یاد کریں بابا جان آپ نے میرے سامنے انکار کا آپشن رکھا ہی کب تھا؟ مجھے ہر صورت صرف ہاں ہی کرنے کا کہا گیا تھا۔ لیکن میں نے ہر ممکن حد تک کوشش کی ہے مہر ماہ کے ساتھ کسی قسم کی ناانصافی نہ ہو۔" اپنی جگہ سے آہستگی سے اٹھتا وہ پر سکون آواز میں بولتا گیا تھا۔

"تم انصاف کے علمبردار مت بنو ضامن شاہ۔ تمہیں ابھی اور اسی وقت فیصلہ کرنا ہو گا سنا تم نے؟ تمہیں اپنی اس شہری بیوی کو چھوڑنا ہو گا۔" انگلی اٹھا کر تنبیہ کرتے انکا لہجہ کس قدر دو ٹوک تھا۔ حویلی کے مکین اس ہر لمحے تناؤ کے پھیلتے شکنجے میں سانس لینا بھولتے جا رہے تھے۔ سب کے چہرے فکر، غصے اور پریشانی کے ملے جلے تاثرات لئے ہوئے تھے۔ ایسے میں فقط وہی تھا جو اب بھی بے تاثر سا کھڑا تھا۔

Copyright by New Era Magazine

"یہ میرے لئے نا ممکن ہے۔ چھوڑنا ہوتا تو اپناتا ہی کیوں؟ وہ بھی اس صورت میں جب وہ میرے بیٹے کی ماں ہے سحر کو چھوڑنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ میں اپنے کیے کی معافی مانگتا ہوں۔ سزا کے لئے بھی تیار ہوں مگر یہ جو آپ کہہ رہے ہیں بابا جان یہ میرے لئے قابل قبول نہیں ہے۔" نظریں انکے سرخ بھبھو کا چہرے پر جمائے اس نے حتمی فیصلہ سنا دیا تھا۔ لب و لہجے کا پتھریلا پن گواہ تھا وہ اپنی جگہ سے ایک انچ نہیں ہلے گا۔ اسکا ایک بیٹا بھی تھا؟ حویلی کے مکینوں پر ایک نئے انکشاف کا آسمان آن گرا تھا۔

"مجھے آپ سے طلاق چاہیے ضامن شاہ۔" اس ہموار اور پر سکون سی آواز پر سب کی گردنیں ایک ساتھ مڑی تھیں۔ دروازے میں سیاہ چادر میں لپٹا وجود لئے مہر ماہ شاہ کھڑی تھی۔ ضامن کے چہرے پر پہلی بار کوئی سایا سا آکر ٹھہرا تھا۔ اس کی نظروں نے سرعت سے اس تک کا سفر طے کیا تھا۔ جس کے سامنے کا سوچ کر ہر بار اسکا دل بے چین ہو جایا کرتا تھا۔ اسکی توقع کے برعکس وہ نہ تو روئی تھی نہ ہی چیخ و پکار کی تھی ۔ مضبوط سی، پر سکون چہرہ و اور اس پر سجے پتھریلے تاثرات کے ساتھ کھڑی وہ اس کے ساتھ ساتھ باقی سب کو بھی چونکا گئی تھی۔ کل شام کے بعد سے وہ باہر نہیں نکلی تھی ۔اور اب نکلی تھی تو طوفاں ساتھ لے کر نکلی تھی۔

Copyright by New Era Magazine

"مہر ماہ کیا کہہ رہی ہو بیٹا؟" چچی جان سب سے پہلے ہوش میں آئی تھیں انہوں نے اس کے پاس جا کر اسکا بازو ہلاتے ہوئے دبے انداز میں ڈپٹا تھا۔

بھلا خاندان میں کبھی ایسا ہوا تھا۔ آج تک کسی عورت نے یوں سینہ تان کر بے خوفی سے طلاق کا مطالبہ کیا تھا؟ مگر وہ بھول رہی تھیں وہ کوئی نہیں۔۔۔۔۔۔۔ مہر ماہ شاہ تھی ۔ محبت میں نیم پاگل ہر سود و زیان سے لا تعلق۔ فقط دل کی سننے والی خبطی مگر حساس سی مہر ماہ شاہ۔

"امی آج مت روکیں۔ جانتی ہوں کیا کہہ رہی ہوں۔ مجھے سامنے کھڑے شخص سے کوئی تعلق واسطہ نہیں رکھنا۔" بے خوف سی، تندی سے کہتی وہ اپنے لفظوں پر زور دیتے کہہ رہی تھی۔ حویلی کے مرد پیوست لبوں سے اسے دیکھ رہے تھے۔ شمریز شاہ ڈھلکے کندھوں کے ساتھ اٹھ کھڑے ہوئے تھے۔

"میں تم سے بعد میں بات کروں گا مہر ماہ۔" اسکے مطالبے پر بے یقینی کا دور ختم ہوتے ہی بہت سارا غصہ عود کر آیا تھا جسے ضبط کرتے وہ آواز دھیمی رکھتے رسان سے فقط اتنا ہی کہہ پایا تھا۔

Copyright by New Era Magazine

"بات کرنے کو رہا ہی کیا ہے ضامن شاہ۔ میری بہن لاوارث نہیں ہے۔ اسکے بھائی ابھی زندہ ہیں۔ اور وہ جو فیصلہ کرے گی اس کے ساتھ کھڑے رہے گے۔" اتنی دیر سے خود پر قابو کیے حاطب نے مہر ماہ کے ساتھ کھڑے ہوتے اسے درشت لہجے وارننگ دی تھی۔ ضامن نے آنکھیں بند کرتے اک گہری تھکن زدہ سانس خارج کی تھی۔ خاندانی تناؤ اور اسکی چپقلش مضبوط اعصاب بھی شل کر کے رکھ دیتی ہے۔ اپنی جڑیں ہر ایک کو پیاری ہوتی ہیں اسے بھی تھیں۔

"حاطب تم میرے اور مہر ماہ کے معاملے سے دور رہو۔" آنکھیں کھول کر اس نے سخت نظروں سے اسے دیکھا تھا اور اسکی اس ڈھٹائی پر تبریز شاہ کا پارہ اور ہائی ہوا تھا ۔اس سے پہلے کہ حاطب کچھ کہتا جواب انکی طرف سے موصول ہوا تھا۔

"حاطب سے یہ کہنے کا اخلاقی جواز تم کھو چکے ہو۔ یہ تمہارا ذاتی نہیں بلکہ پورے خاندان کا معاملہ بن چکا ہے۔ لیکن ایک بات یاد رکھنا ضامن شاہ ہو گا وہی جو مہر ماہ چاہے گی۔ اس حویلی کا ہر فرد اسکے ساتھ کھڑا ہے۔ تمہارے پاس کل صبح تک کا وقت ہے اچھے سے سوچ سمجھ لو۔ تمہیں کسی ایک کا انتخاب کرنا ہے اپنا خاندان اور مہر ماہ یا پھر وہ جسے کسی گناہ کی طرح اب تک چھپاتے رہے ہو۔" شانے پر رکھی شال کو جھٹکتے وہ اسکے پاس سے نکل گئے تھے۔ سحر کے لیے لفظ گناہ پر وہ اندر سے بلبلا اٹھا تھا۔ تبریز شاہ مہر ماہ

Copyright by New Era Magazine

کے پاس جا کر رکے تھے۔اتنی دیر سے نڈر انداز میں اٹھی آنکھیں انکی تعظیم میں جھکی تھیں۔اسکا سر ہولے سے تھپتھپا کر وہ باہر نکل گئے تھے۔آہستہ آہستہ سبھی وہاں سے ہٹنے لگے۔اب اس بڑے سے ہال نما کمرے میں فقط دو لوگ باقی رہے تھے۔مہر ماہ جانے کے لئے پلٹی تھی۔

"رکو مہر۔پلیز میری بات سن لو ایک بار۔"خود کو ریلیکس کرتے وہ تیزی سے بولا تھا ۔وہ مڑی نہیں تھی۔بس اپنی جگہ رک گئی تھی۔

"اتنا سب سن تو لیا ہے ضامن شاہ۔کیا اب بھی کچھ سننا سنانا باقی ہے؟"اسکی آواز اب بھی کسی جزبے سے عاری تھی۔میکانکی سی،بے تاثر،سرد پن لئے۔جیسے جذبوں کی ساری حرارت نچڑ گئی ہو۔دل مردہ ہو گیا ہو اور مردے تو ٹھنڈے ھی ہوا کرتے ہیں ،یخ ٹھنڈے۔

ضامن آگے بڑھا تھا اسکے قریب صرف ایک پل کے لئے رکتے اسکی کلائی پر گرفت کی تھی اور تیزی سے وہاں سے نکلتا چلا گیا۔راہداری میں کوئی نہیں تھا جیسے سب طوفان کے بعد کہیں روپوش ہو گئے ہوں۔دوسرے فریق نے ساتھ کھچتے ہوئے کوئی مزاحمت نہیں کی تھی۔خموشی سے ساتھ چلتے وہ کمرے تک آئی تھی۔اسکا ہاتھ

Copyright by New Era Magazine

چھوڑتے وہ دروازہ بند کرتے اسکی طرف گھوما تھا۔ خشمگیں نظروں سے اسے گھورا تھا جو مطمئین مگر سپاٹ چہرہ لئے اسی کی جانب متوجہ تھی۔

"اب بولو نیچے کیا بکواس کر کے آئی ہو؟"اس معاملے میں وہ روایتی مرد ثابت ہوا تھا ۔اپنا قصور چاہے بڑا تھا مگر وہ مہر ماہ سے اس درجہ ہٹ دھرمی کی امید نہیں رکھتا تھا ۔سب کے سامنے کیے مطالبے پر اسے رہ رہ کر غصہ آرہا تھا۔ندامت، شرمساری اور افسوس جیسے جذبات کہیں نیچے دب گئے تھے۔

"وہی جو آپ نے سنا؟ کیا آپ چاہتے ہیں میں وہ الفاظ دہراؤں ضامن شاہ؟"وہ استہزائیہ مسکرائی۔"لیکن آپ کے اندر کے روایتی مرد کو یہ برداشت نہیں ہو گا اس لیے دوہرا نہیں رہی مگر میں اپنی بات پر اب بھی قائم ہوں۔"

عجیب تھا نا وہ اب بھی اس کے احساسات کا لحاظ کر رہی تھی لیکن اس کے بغاوت بھرے انداز ضامن کو ٹھٹکا گئے تھے۔وہ اب وہ مہر ماہ شاہ نہیں رہی تھی جو اسکی نظروں کی ذرا سی گہرائی پر مسمرائز ہو جایا کرتی تھی۔گہری چھبتی نگاہوں سے اسے دیکھتے وہ دو قدم اور قریب ہوا تھا۔

"ٹھیک ہے مہر ماہ شاہ اگر تم ضدی ہو تو ضامن شاہ کو ضد سے بھی ناواقف ہو لیکن اب جان جاؤ گی۔جاؤ جو کرنا ہے کر لو شور مچاؤ، لڑو جھگڑو، حویلی کے ایک ایک فرد کو اپنا ہمنوا

Copyright by New Era Magazine

بنالو یا جا کر کورٹ کا دروازہ کھٹکھٹاؤ میں سب کو دیکھ لوں گا۔ مگر اپنی آخری سانس تک رہو گی تم ضامن شاہ کی ہی بیوی۔"

وہ بہت کم طیش میں آتا تھا مگر سامنے کھڑی لڑکی اسکا ضبط بری طرح آزما رہی تھی۔

مہرماہ کے چہرے پر کوئی سایہ سا آکر ٹھہرا تھا۔ وہ اسے خود سے باندھ کر رکھنا چاہتا تھا مگر کسی الفت بھرے تعلق کی وجہ سے نہیں صرف اپنی ضد کے لئے۔ دل توڑنا تو ضامن شاہ کو بخوبی آتا تھا اور وہ دل مہرماہ شاہ کا ہو تو شاید اسے توڑنے میں اور بھی لطف آتا تھا۔

"کیا خوب پتے کھیل رہے ہیں آپ۔ پہلی بیوی سے محبت بھی خوب نبھا رہے ہیں کہ پورے خاندان کے سامنے تن تنہا کھڑے ہو گئے ہیں اور دوسری بیوی کو ضد میں آکر خود سے باندھ مات دے رہے ہیں دونوں طرف سے جیت تو آپکا مقدر ٹھہری ۔" آنکھوں میں آئی نمی کو پیچھے دھکیلتے وہ ہنسی تھی۔ اک ٹوٹی ہوئی کرچی کرچی سی ہنسی جو سامنے والے کو بھی زخم زخم کر گئی تھی۔ غصے کے بادل اعصاب کے منڈیر سے دور اڑتے ہوا میں تحلیل ہونے لگے تھے۔ وہ نرم پڑا تھا۔

"مہرماہ میں مجبور تھا۔ سحر سے شادی مجھے ناگزیر حالات میں کرنا پڑی تھی۔ میرے پاس کوئی اور آپشن نہیں تھا۔" وہ وضاحت دے رہا تھا۔ مہرماہ کو گلے میں گھلتے آنسوؤں

Copyright by New Era Magazine

کی آمیزش میں کوئی کڑواہٹ سی گھلتی محسوس ہوئی تھی۔ تبھی جب وہ بولی تو لہجہ زہر خند تھا۔

"میں نہیں مانتی مرد کی ایسی مجبوریوں کو مگر پھر بھی آپ کہتے ہیں تو ایک پل کے لئے مان لیتی ہوں۔ مگر میرا مسئلہ آپ کی پہلی شادی یا بیوی نہیں ہے ضامن شاہ۔ میرا مسئلہ میری اپنی ذات ہے۔ میرے ساتھ ایسا کیوں کیا؟ تب کون سی ایسی مجبوری تھی آپ کی؟ کسی نے گن پوائنٹ پر نکاح نامہ سائن کروایا تھا کیا آپ سے؟ کہہ دیتے نہیں کرنی شادی۔ کون سا قیامت آجانی تھی۔ گھر والے ناراض ہوتے مگر سب وقتی ہوتا آپ بیٹے تھے اس گھر کے کبھی نہ کبھی رنجش مٹ ہی جاتی۔ مگر مجھے اپنی زندگی میں دوسری عورت کے روپ میں کیوں داخل کیا؟ مہر ماہ شاہ کیا اتنی ہی گئی گزری تھی کہ کسی کی سیکنڈ چوائس بن کر رہ جاتی؟" غصے اور بے بسی کے ملے جلے جذبات سے مرغوب ہوتی وہ پھٹ پڑی تھی آواز کی گیلاہٹ اب ظاہر ہونے لگی تھی مگر آنکھوں کو بہنے کی اجازت اب بھی نہیں تھی۔ وہ اتنی ازراں تو نہیں تھی کہ اس ہرجائی کے سامنے ٹوٹ کر بکھر جاتی۔

ضامن شاہ نے نظریں چرائی تھیں۔ بہت سے سوالوں کے جواب وہ آج تک خود کو دینے سے کتراتا رہا تھا۔ اب وہ سراپہ سوال بنی امتحان لینے کے درپے تھی۔

Copyright by New Era Magazine

"کیوں کہ میرے لئے۔۔۔۔۔۔" وہ رکا تھا۔اپنی نظریں اسکے ضبط سے سرخ پڑتے چہرے پر جمائی تھیں۔"تم سے دستبرداری آسان نہیں تھی۔میں تمہیں کھونا نہیں چاہتا تھا۔یہ میرے دل کا چور تھا جو مجھے یہ سب کرنے پر مجبور کر گیا۔" بنا نظر ہٹائے وہ کہتے ہوئے اسکے چہرے کی متغیر ہوتی رنگت کو دیکھ رہا تھا۔مہر ماہ شاہ نے بے یقین نظروں سے اسے دیکھا تھا وہ غلط وقت پر غلط طریقے سے اپنی محبت اسے جتا رہا تھا جس نے جلتی پر پانی تو نہیں ڈالا تھا البتہ تیل کا کام خوب کیا تھا۔آنکھوں میں ڈھیر سارا غصہ لئے وہ پھولے نتھنوں کے ساتھ اسے جھلساتی نظروں سے دیکھ رہی تھی۔

"پھر تو آپ کا جرم اور بھی بڑا ہے۔جب دل میں میں تھی ضامن شاہ تو زندگی میں کسی اور کو آنے کی اجازت کیوں دی؟" اپنی انگشت شہادت سے اسکے دل کے مقام پر ضرب لگاتی وہ دبی دبی آواز میں چیخی۔ایک لمحے کی چوک ہوئی تھی اور نمکیں پانیوں نے ان سبز جھیلوں سے باہر نکلنے کی راہ تک لی تھی۔

ضامن شاہ نے بے بسی کے شدید احساس کے تحت ہاتھ بڑھا کر اسکا کندھا تھامنا چاہا تھا جب وہ کرنٹ کھا کر دو قدم پیچھے ہوئی تھی یوں کہ ضامن کے ہاتھ ہوا میں معلق خالی ہاتھ رہ گئے۔بہتی آنکھوں کے ساتھ مہر ماہ نے ہاتھ کو ہوا میں نفی کے سے انداز میں جھٹکا تھا۔

Copyright by New Era Magazine

"میں نہیں مانتی۔۔۔۔سنا آپ نے میں نہیں مانتی نہ آپ کی مجبوری کو اور نہ ہی آپ کی محبت کو۔یہ کیسی محبت تھی ضامن شاہ جس نے دوئی کو یوں آسانی سے قبول کر لیا؟ مگر مہر ماہ شاہ نے آپ سے آپ جیسی محبت نہیں کی تھی۔اس نے تو بڑے دل سے محبت کی بازی کھیلی تھی اپنا سب کچھ آپ پر وار دیا تھا بدلے میں کیا چاہا تھا آپ سے؟ کبھی ویسی ہی محبت کی آس لگائی تھی کیا؟ نہیں ضامن شاہ۔بس ایک یکتائی کا ہی تو سوال تھا۔محبت میں شرک مہر ماہ شاہ کے لئے قابل قبول نہیں ہے۔آپ جو مرضی کہہ لیں، جتنی وضاحتیں، جتنی تاویلیں گھڑنی ہیں گھڑ لیں مگر دل نہیں مانتا تو پھر نہیں مانتا۔اور میرا المیہ یہ ہے کہ آپ کے معاملے میں، میں نے ہمیشہ اس دل کی ہی سنی ہے۔میرا فیصلہ نہیں بدلے گا۔" سر کو نفی میں جنبش دیتے اس نے چہرے پر پھیلتی گیلاہٹ کو محسوس کرتے سختی سے چہرہ رگڑ ڈالا تھا۔ایک زخمی نگاہ اس کے چہرے پر ڈالتی وہ اس کے پاس سے گزرتے ہوئے دروازہ کھولتی باہر نکل گئی تھی۔وہ یوں ہی بت بنا کھڑا رہا تھا اسے روکنے کی کوشش نہیں کی تھی۔یہ احساس کہ وہ اس سے بہت دور چلی گئی ہے اسے تہی دامنی کے عذاب سے دوچار کر رہا تھا۔اسکا دل اب شاید اسکی دسترس سے باہر نکل گیا تھا یہ ادراک اس کی زبان پر قفل ڈال گیا تھا۔

. . . . . .

Copyright by New Era Magazine

وہ رات اس نے اپنے کمرے میں اکیلے گزاری تھی۔ وہ جو کمرے سے گئی تو پھر واپس نہیں آئی تھی۔ اور گھر کا کوئی فرد اس وقت ویسے بھی اس سے بات کرنے کا متقاضی نہیں تھی۔ رات کو کھانا لے کر زہرہ شاہ آئی تھیں۔ بیڈ کے کنارے پر وہ سر جھکائے کسی گہری سوچ میں ڈوبا تھا۔ زرد روشنی کے ہالے میں نیم روشن رخ لئے اس نے کھٹکے پر چہرہ اٹھا کر انہیں دیکھا تھا جو ٹرے ہاتھ میں تھامے آگے بڑھی تھیں اور پھر کمرے کی لائٹس ہاتھ بڑھا کر روشن کر دیں۔

وہ اپنی جگہ سے اٹھا تھا۔ بنا کچھ کہے انہوں نے کھانا سامنے میز پر رکھا تھا اور جانے کے لئے پلٹی تھیں جب وہ تڑپ کر آگے ہوتا پیچھے سے انکی گردن کے گرد اپنا بازو دراز کرتا انہیں ساتھ لگا گیا تھا۔

"آپ تو یوں قطع تعلقی مت کریں۔ بچوں کے لئے ماؤں کے دل تو بڑے نرم ہوتے ہیں امی۔" انکے کندھے پر اپنی ٹھوڑی ٹکائے وہ آہستہ آواز میں کہہ رہا تھا۔ تھکی ہوئی مژدہ سی آواز۔

" صحیح کہا تم نے۔ ماؤں کے دل بچوں کی تکلیف پر فوری پگھل جاتے ہیں۔ مہر ماہ بھی تو میری ہی بچی ہے ضامن۔ اسکی تکلیف پر بھی دل خون کے آنسو ہی روتا ہے۔ بہت زیادتی کر دی تم نے اس معصوم کے ساتھ۔" انکے انداز میں کسی بھی طرح کی نرمی کا

Copyright by New Era Magazine

شائبہ تک نہ تھا۔اسکا بازو ہٹاتے ہوئے وہ اسکی طرف مڑی تھیں جواب سیدھا ہو کر ہاتھ پہلو میں گرائے کھڑا تھا۔

"مہر ماہ کے ساتھ کوئی زیادتی نہیں ہوئی امی۔میں نے پوری کوشش کی ہے اس کے ساتھ کوئی ناانصافی نہ ہو۔دنیا میں بہت سے لوگ ہیں جو دو شادیاں کرتے ہیں یہ کوئی گناہ نہیں ہے۔"اسکی برداشت بھی بار بار کی بازپرس سے چٹخنے لگی تھی۔

"ہاں کرتے ہیں دو شادیاں اور یہ گناہ بھی نہیں ہے مگر وہ سارے لوگ یوں چھپ چھپا کر نہیں کرتے جیسے تم نے کی ہے۔"وہ تلخ ہوئی تھیں۔ضامن چپ کر گیا تھا وہ چاہے جو بھی کہہ لیتا اس وقت سب اسکے خلاف ہی جا رہا تھا۔

"کھانا رکھا ہے کھا لینا۔"رکھائی سے کہتے وہ جانے کے لئے پلٹی تھیں۔

"تو آپ بھی وہی چاہتی ہیں جو بابا جان چاہتے ہیں۔مہر ماہ اس خاندان کی بیٹی ہے تو سب کی ہمدردی اسکے ساتھ ہے۔سحر بھی تو کسی کی بیٹی ہے۔"

انکے بڑھتے قدم رک گئے تھے۔پلٹ کر اسے دیکھا جو نروٹھے پن سے کہہ رہا تھا۔

"میں خود ایک عورت ہوں ضامن۔تم دونوں میں سے کسی کا بھی انتخاب کرو گے تو دوسری کی تکلیف مجھے محسوس ہو گی۔مگر یہ مصیبت تم نے خود اپنے لئے چنی ہے۔"وہ جتائے بنا نہیں رہ سکی تھیں۔

Copyright by New Era Magazine

"کسی ایک کا انتخاب کرنا اتنا نا گزیر بھی تو نہیں ہے امی۔ میں عدل کے ساتھ دونوں کو رکھ بھی تو سکتا ہوں۔ سحر کون سا حویلی آتی ہے جو کسی کو اس سے مسئلہ ہو گا۔ وہ پہلے کی طرح ہی شہر میں میرے ساتھ رہے گی۔ مہر ماہ یہاں رہے گی آپ سب کے ساتھ تو اس میں قباحت ہی کیا ہے؟" واپس بیٹھتا وہ جھنجھلایا ہوا لگتا تھا۔

"تمہارے بابا کبھی نہیں مانیں گے۔" انہوں نے جیسے اسے کسی خواب سے بیدار کرنا چاہا تھا۔

"وہ پہلے ہی ٹھیک نہیں ہے امی۔ میں بہت پریشاں ہوں اس طرح میری پریشانیوں میں اضافہ مت کریں آپ سب۔" شکستہ انداز کہتا وہ انہیں چونکا گیا تھا۔ ماؤں کے دل واقع ہی بڑے نرم ہوتے ہیں اولاد کی ذرا سی ندامت پر پسیج جایا کرتے ہیں۔

. . . . . .

صبح ناشتے کی لمبی سی میز پر سب موجود تھے مگر پھر بھی خو کا عالم تھا۔ خاموشی سے سبھی ناشتہ کر رہے تھے ہمیشہ کی طرح اسکی آمد کا انتظار نہیں کیا گیا تھا۔ سفری بیگ کندھے پر لئے وہ وہاں آن رکا تھا۔ سب ایک ساتھ اسکی جانب متوجہ ہوئے تھے ان میں وہ بھی شامل تھی جس پر ایک اچٹتی نگاہ ڈال کر اس نے نگاہوں کا رخ پھیر لیا تھا بالکل ویسے ہی جیسے مہر ماہ نے اس پر دوسری نظر ڈالنا گوارا نہیں کیا تھا۔

Copyright by New Era Magazine

تبریز شاہ ہاتھ روکے اسے تولتی نظروں سے دیکھنے لگے تھے۔

"تو تم واپس جا رہے ہو؟" اسکی تیاری پر چوٹ کرتے انہوں نے ہنکارہ بھرا۔ بدلے میں اس نے کچھ نہ کہا تھا۔ یوں ہی کھڑا رہا۔

"کسی فیصلے پر بھی پہنچے ہو یا یوں ہی وقت ضائع کرتے رہے ہو؟" طنز کا ایک اور وار کیا گیا تھا۔

"میرا فیصلہ اب بھی وہی ہے جو کل شام تک تھا۔" مستحکم آواز میں جواب موصول ہوا تھا۔ تبریز شاہ کے چہرے پر غضب نمودار ہوا تھا۔

"لیکن مہر ماہ کی خواہش میں پوری کرنے کا بھی کوئی ارادہ نہیں رکھتا۔ یہ بات اپنی لاڈلی کو اچھے سے سمجھا دیجئے گا۔" خودسری کی انتہا تھی۔ مہر ماہ نے چہرہ اٹھا کر تنے ہوئے نقوش لئے اسکی جانب دیکھا تھا جو خود چھبتی نگاہیں اسی پر مرکوز کیے ہوئے تھا۔

"چلتا ہوں اللہ حافظ۔" کہہ کر اس نے قدم آگے بڑھا دیے تھے۔

"اپنے اس فیصلے کے ساتھ تم حویلی کے در اپنے لئے بند کر لو گے ضامن شاہ۔" پیچھے سے تبریز شاہ کی تیز آواز نے اسکا تعاقب کیا تھا۔

"مجھے منظور ہے۔" کہہ کر وہ رکا نہیں تھا۔ پیچھے سب اسکی اس درجہ بے نیازی پر ششدر رہ گئے تھے۔ خود تبریز شاہ کو بھی شاید اس سے اسکی توقع نہیں تھی۔ انکے

Copyright by New Era Magazine

چہرے پر غصے کے ساتھ پریشانی کے آثار نظر آنے لگے تھے۔مہر ماہ نے آخری نوالہ منہ میں رکھتے بظاہر پر سکون انداز میں اپنا ناشتہ ختم کیا تھا اور پھر آرام سے اٹھتی ہوئی واپس مڑ گئی تھی۔سب کی نظریں اپنی پشت پر محسوس کرتے اسکی آنکھوں میں نمی کی پہلی تہہ سی نمودار ہونے لگی تھی۔اس کے قدم اپنے کمرے کی جانب بڑھ رہے تھے جو شادی سے پہلے اسکی ملکیت ہوا کرتا تھا اور جہاں اس نے گزشتہ رات آنکھوں میں کاٹ دی تھی ۔فیصلہ ہو چکا تھا اسے اب ضامن شاہ کے ساتھ نہیں رہنا تھا۔

. . . . . .

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

وہ جب سے واپس آیا تھا اسکے کسی سوال کا جواب دینے کا مجاز نہیں تھا۔وہ پوچھ پوچھ کر تھک گئی تھی مگر اسکے منہ سے ایک لفظ تک نہ نکلا تھا۔اور بلا آخر اس نے جب منہ کھولا تو فقط اتنا کہہ کر اسکا منہ بند کر دیا تھا۔

"وہاں کیا ہوا اور کیا نہیں؟ یہ میرا مسئلہ ہے سحر۔کیا میں تمہیں یاد دلاؤں تم ہی نے کہا تھا تم حویلی کے معاملات سے ہمیشہ دور رہو گی۔اس لئے بہتر ہے تم اب بھی اس سب سے دور رہو۔میرے لئے اس وقت سب سے اہم تمہاری صحت ہے سحر ضامن اس

Copyright by New Era Magazine

لئے اپنا خیال رکھو اور خود کو ٹینشن سے دور رکھ کر میرے لئے کچھ تو آسانی کا سامان کرو
"۔

اتنے خوب صورت جواب کے بعد اس کی ہمت نہیں پڑی تھی وہ دوبارہ اس سے وہ سوال پوچھتی۔اگلے کچھ دن تک وہ بالکل نارمل بی ہیو کر رہا تھا۔اس کے لئے فکر مند سا وہ جیسے باقی ہر بات کو بظاھر پس پشت ڈال چکا تھا۔

حویلی سے اسکا رابطہ بالکل منقطع ہو چکا تھا۔نہ وہاں سے کسی نے رابطے کی کوشش کی نہ ہی ضامن نے یہ زحمت گوارہ کی تھی۔فلحال اس کے لئے اگر کچھ اہم تھا تو فقط سحر کا ٹریٹمنٹ۔مگر ہر ممکن حد تک اسکا خیال رکھنے اور علاج کی بہترین سہولیات کے باوجود وہ ری کور نہیں کر پا رہی تھی۔کچھ دن درد سے نجات ملتی تو اگلے کچھ دن اسے ہوسپٹل میں ایڈمٹ کروانا پڑتا۔

زندگی میں سے سکون جیسے یک دم رخصت سا ہو گیا تھا۔وہ آفس بھی ہوتا تو دھیان سحر کی جانب ہی لگا رہتا۔راتوں کو نجانے کتنی بار بدک کر اسکی آنکھ کھلتی تھی کبھی تو اسے پر سکون سویا دیکھ کر دل کو وقتی سکون ملتا اور وہ کتنی دیر پھر اسکی نیند میں زیر و بم سانسوں کی روانی محسوس کرتا انکے دائم رہنے کی دل ہی دل میں التجاء کیا کرتا تھا۔اور کبھی جو آنکھ کھلنے پر وہ درد برداشت کرتی کمرے میں ٹہلتی دکھائی دیتی تو بے بسی کا ایک ریلا اسے

Copyright by New Era Magazine

کچوکے لگاتا کہ وہ چاہ کر بھی اس کے لئے کچھ کر نہیں پا رہا تھا۔ تقدیر کے سامنے بے بسی شاید اسی کو کہتے ہیں۔ ایسے میں حویلی والوں کی جانب سے قطع تعلقی نے اس کے اعصاب پر اور طرح کا حملہ کیا تھا۔ اور کہیں نہ کہیں یہ سب مل کر اسے تھکانے لگا تھا ۔اس کے پاس مورال سپورٹ نہیں رہی تھی جو کسی بھی برے وقت میں انسان کی سب سے بڑی ضرورت ہوتی ہے کوئی ایک چہرہ ایسا میسر نہ تھا جس سے وہ اپنا حال بیاں کر پاتا۔ سحر کے سامنے سب ٹھیک ہے کی تفسیر بنے وہ اندر سے ٹھیک نہیں تھا۔ اور یہ بات یقیناً وہ بھی جانتی تھی مگر اسکا بھرم پھر بھی قائم رکھے ہوئے تھی۔

. . . . . .

دن یوں ہی سست روی سے بیت رہے تھے دن ہفتوں اور ہفتے مہینے میں ڈھلتے چلے گئے ۔مہر ماہ شاہ نے دنیا والوں کے سامنے خود پر بے حسی کا خول چڑھا لیا تھا۔ بظاہر سب ٹھیک تھا اس دن کے بعد سے اس نے ضامن کا بھولے سے بھی ذکر نہیں کیا تھا گھر میں بھی سب اس کا تذکرہ مہر ماہ کے سامنے کرنے سے گریز کرتے تھے۔

وہ ظاہر یوں کرتی تھی جیسے اسے کوئی پرواہ نہیں، جو کچھ ہوا اس کا اسے کوئی فرق نہیں پڑا ۔پہلے کی طرح سب کے درمیان بیٹھتی، باتیں کرتی، ہنستی، مومن کے بیٹے مشارب کو گھنٹوں اٹھائے رکھتی۔ یوں اس نے خود کو مصروف رکھ کر بہت سی زہریلی یادوں اور

Copyright by New Era Magazine

سوچوں سے خود کو آزاد کر لیا تھا۔دن تو کٹ جاتا تھا مگر رات کی تنہائی میں اس ہر جائی کا چہرہ لاکھ ناچاہنے کے باوجود آنکھوں کے سامنے آکر اس کے سارے دن کی تپسیا کو مٹی مٹی کر دیا کرتا تھا۔آنکھوں میں نمی کا سیلاب سا امڈ آتا تھا۔اور اس وقت اسے اپنا بھرم ،اپنی انا کسی کے سامنے کھونے کا کوئی خدشہ نہ ہوتا تھا تبھی بہت سارے آنسو پلکوں کی باڑ توڑ کر تکیے کے غلاف میں جزب ہو جایا کرتے تھے۔

زہرہ شاہ ماں تھیں اتنے عرصے بیٹے کی شکل دیکھنا تو دور آواز سننے کے لئے ترس بھی گئی تھیں۔اپنی ممتا کے ہاتھوں مجبور ہو کر کہیں بار دبے لفظوں میں ضامن کی جلاوطنی کو ختم کرنے کی التجا تبریز شاہ کے سامنے کر چکی تھیں مگر وہ ہر بار سختی سے منع کر دیتے تو وہ مغموم سی بس انہیں دیکھتی رہ جاتیں۔

وہ ایک تپتی گرمیوں کی سہ پہر تھی جب مہر ماہ کی طبیعت بگڑنے پر اسے ہوسپٹل لایا گیا تھا۔ڈیلیوری میں ابھی کافی وقت باقی تھا مگر اس کی حالت تشویشناک ہوتی چلی گئی تھی ۔رات کے آخری پہر اس نے ایک پری میچیور بیٹی کو جنم دیا تھا۔بچی کمزور تھی اسے انڈر آبزرویشن رکھا گیا تھا۔مہر ماہ اسے دیکھ بھی نہیں سکی تھی۔بیٹی کی حالت کا سن کر اسے اپنی تکلیف عنقا ہوتی محسوس ہوئی تھی۔ٹینشن کے سبب اسکا اپنا بی پی ہائی ہوتا جا رہا تھا۔ایسے میں شمریز شاہ نے خود بھائی سے کہا تھا ضامن کو بیٹی کی پیدائش اور حالت سے

Copyright by New Era Magazine

آگاہ کر دینا چاہیے۔وہ چپ رہے تو انہیں بھی ذرا ہمت ہوئی۔مومن سے کہہ کر ضامن کو اطلاع کروادی۔جو بھی ہوا تھا اسے بدلا نہیں جا سکتا تھا مگر ساری عمر وہ بیٹی کو بھی یوں نہیں دیکھ سکتے تھے۔بیچ کی کوئی راہ تو نکالنی ہی تھی۔اور یہ بہترین موقع تھا۔

جس وقت ضامن کو مومن کی کال موصول ہوئی تھی وہ خود سحر کے ساتھ ہوسپٹل میں موجود تھا۔وہ آئی سی یو میں تھی اور وہ باہر لگی چیئرز میں سے ایک پر تھکن زدہ سا پریشان حال بیٹھا ہوا تھا۔ایسے میں اس نئی خبر پر اسے اپنی حسیات مردہ ہوتی محسوس ہوئی تھیں۔اسے سمجھ نہیں لگ رہی تھی وہ بیٹی کی پیدائش پر خوش ہو یا اسکی اور مہرماہ کی حالت پر افسردہ۔خبر ایسی تھی کہ رہ سکنا بھی ممکن نہیں تھا۔مومن کو جلد ہی حویلی آنے کا کہتا وہ کال بند ہوتے ہی اپنا سر ہاتھوں میں گرا چکا تھا۔اگر یہ اسکی آزمائش تھی تو سخت ترین اور حوصلہ شکن ثابت ہو رہی تھی۔اک طرف سحر کی ابتر حالت تھی اسے یوں چھوڑ کر جانا ممکن بھی نہیں تھا وہ بھی ایسی صورت میں جب خالہ کی طبیعت بھی خراب تھی اس کے باوجود وہ انس کو سنبھال رہی تھیں۔ایسے میں سحر کی ذمہ داری بھی ان پر ڈال کر خود چلے جانا بھی اس کے لئے ممکن نہیں تھا۔اور دوسری طرف یہ احساس کچوکے لگا رہا تھا کہ سبھی اختلافات و ناراضگی ایک طرف مگر یہ وہ وقت تھا جب اسے مہرماہ کے پاس ہونا چاہیے تھا۔

Copyright by New Era Magazine

اگلے دن وہ چاہ کر بھی حویلی کے لئے نہیں نکل سکا تھا۔موبائل پر وہ مومن سے مسلسل رابطے میں تھا مگر وہاں سے بھی کوئی حوصلہ افزا خبر نہیں مل رہی تھی۔بلا آخر تیسرے دن ڈاکٹر نے سحر کی حالت کو کچھ اطمینان بخش قرار دیا تھا اسے روم میں شفٹ کر دیا گیا تھا۔پہلی فرصت میں اس سے ملتے،اسکی طرف سے تسلی کرتے وہ حویلی کے لئے نکلا تھا ۔شام سے وہ مسلسل مومن کو کال کر رہا تھا مگر وہ بھی اسکی کال ریسیو نہیں کر رہا تھا ۔ایسے میں اسکی پریشانی دوچند ہوئی تھی۔رات کے دو بجے وہ حویلی میں داخل ہوا تھا اور اسے احساس ہوا تھا اس نے آنے میں بہت دیر کر دی تھی۔اسکی بیٹی آج دوپہر ہی دم توڑ گئی تھی اور اس کو اطلاع دینے کا اسکی آمد کا انتظار کیے بنا ہی اسے سپرد خاک بھی کر دیا گیا تھا۔اک شاک کی سی کیفیت میں وہ پھٹی آنکھوں سے زہرہ شاہ کو سن رہا تھا جو خود پر نم آنکھوں سے اسے سب بتا رہی تھیں۔

"تین دن کم وقت تو نہیں ہوتا ضامن۔کاش تم وقت پر آجاتے بیٹا۔اس معصوم جان کا تو اللہّ نے اتنا ہی وقت اس دنیا میں لکھا تھا۔کم از کم تم اسے دیکھ تو لیتے۔مہر ماہ کے پاس تو ہوتے بیٹا اس وقت جب اسے سب سے زیادہ تمہاری ضرورت تھی۔"اس کے ساتھ بیٹھے وہ گلوگیر آواز میں کہہ رہی تھیں۔

Copyright by New Era Magazine

"مہر ماہ کہاں ہے؟" آنکھوں میں آئی نمی کو انگوٹھوں کے دباؤ سے زائل کرتے وہ ضبط سے سرخ پڑتے چہرے کے ساتھ سوال کر رہا تھا۔

جس وقت اس نے مہر ماہ شاہ کے کمرے کا دروازہ کھٹکھٹایا تھا رات کا آخری پہر شروع ہو چکا تھا۔ وہ پہلے ہی بہت دیر کر چکا تھا مزید تاخیر کرنے کی سکت اب اس میں بھی باقی نہیں رہی تھی۔ دروازہ کھولنے والی آمنہ شاہ تھیں۔ اسے دیکھ کر پہلے آنکھوں میں حیرت اور اگلے ہی پل بہت ساری شکایت اور تکلیف نے جگہ لی تھی۔ بنا کچھ کہے ضامن نے آگے بڑھ کر انہیں خود سے لگایا تھا۔ وہ روایتی چچی تو کبھی نہیں رہی تھیں انکے لئے ماں جیسی ہی تھیں۔ انہوں نے بھی کوئی شکوہ نہیں کیا تھا۔ اس سے الگ ہوتے دوپٹے سے چہرہ صاف کرتے انہوں نے اسے اندر جانے کا راستہ دیتے خود وہاں سے چلے جانا مناسب سمجھا تھا۔

کمرے میں داخل ہوتے اس نے نیم اندھیرے میں بیڈ پر لیٹے وجود کو دیکھا تھا۔ پھر ہاتھ بڑھا کر دروازے کے ساتھ دیوار پر ہاتھ مارتے لائٹس جلائی تھیں۔ وہ کروٹ کے بل لیٹی تھی اسکی جانب پشت تھی۔ سرعت سے بازو آنکھوں پر رکھ کر روشنی کو خود تک آنے کا راستہ معدوم کیا تھا۔

Copyright by New Era Magazine

"امی لائٹس بند کر دیں۔" بیٹھی ہوئی نم سی آواز میں درخواست کی گئی تھی۔وہ جانتی تھی امی اس کے جاگنے اور رونے سے باخبر ہیں مگر پھر بھی اسے نہ تو چپ کروایا تھا نہ ہی روکا تھا۔

وہ قدم قدم چلتا اس تک آیا تھا اسکے سامنے آہستگی سے بیٹھتے اسکا بازو پکڑ کر آنکھوں سے ہٹایا تھا۔مہر ماہ نے سرخ روئی روئی آنکھیں کھول کر سامنے دیکھا تھا۔تین چار دن کی بڑھی شیو،رتجگوں کی غماز سرخ ڈوروں سے سجی آنکھیں اور منتشر بالوں کے ساتھ خود بھی بکھری بکھری حالت لئے وہ سامنے موجود تھا۔مہر ماہ کی آنکھوں کی جلن میں یکلخت کہیں گنا اضافہ ہوا تھا۔وہ اب آیا تھا؟ تین دن بعد۔جب وہ قیامت آکر گزر بھی گئی تھی۔وہ دکھ جو ان دونوں کا سانجھا تھا۔اپنی جان پر اکیلے جھیل گئی تھی۔تو اب بھی وہ کیوں آیا تھا؟

دکھ،تکلیف اور بے پناہ غصے نے اس کے کمزور اعصاب کو بری طرح سے جھنجھوڑا تھا ۔شدید ہیجانی کیفیت میں وہ تیزی سے اٹھنے کو تھی جب پورے وجود میں درد کی اس قدر شدید لہر دوڑی تھی کہ وہ کراہ کر بے حال سی واپس سر تکیے پر رکھنے پر مجبور ہو گئی تھی تکلیف اور بے بسی کا شدید احساس اسکی آنکھوں سے بھل بھل آنسوؤں کی صورت رواں ہوتا چلا گیا۔ضامن بس لاچارگی سے اسے دیکھتا رہ گیا تھا۔

Copyright by New Era Magazine

"اب بھی کیوں آئے ہیں آپ؟ چلے جائیں واپس۔ یہاں کوئی ایسا نہیں ہے جسے اب آپکا انتظار ہو۔ جسے تھا وہ تو مایوس ہو کر منہ موڑ گئی ہے۔" رخ پھیر لیا گیا تھا۔ آواز میں پنہاں کرب نے ضامن کے دل کو جکڑا تھا۔

"وہ میری بھی بیٹی تھی مہر۔" ضبط کے باوجود آنکھوں سے آنسو کا ایک قطرہ ٹوٹ کر اسکے ہاتھ کی پشت پر آن گرا تھا۔

"غلط۔۔۔۔ وہ صرف میری بیٹی تھی۔ اس کے ہونے نا ہونے سے صرف مجھے فرق پڑتا تھا۔ اسکی خوشی بھی صرف میری اکیلے کی تھی اور اس کا غم بھی صرف میرا ہے۔ آپ کے لئے وہ کچھ نہیں تھی صرف مہر ماہ کی بیٹی تھی۔ مائیں بے وقعت ہوں تو اولاد کی اہمیت بھی نہیں رہتی۔ بیوی ان چاہی ہو تو اولاد بھی ان چاہی ہی رہتی ہے۔" اسکی آواز بلند ہونے لگی تھی۔ تلخی کے سبب، بے بسی و کم مائیگی کے باعث۔ اس نے تین دن لاشعوری طور پر اسکا انتظار کیا تھا۔ اک موہوم سی امید تھی وہ اس کے لئے نہ سہی اپنی اولاد کے لئے تو ضرور آئے گا۔ مگر اسکی امید ایک بار پھر ٹوٹی تھی اور بری طرح ٹوٹی تھی۔ ضامن شاہ سے وابستہ اسکی سبھی امیدیں یوں ہی تو قطرہ قطرہ ہو کر دم توڑ دیتی تھیں۔ مگر اس بار کی کسک تو سب سے بری ثابت ہوئی تھی۔ اولاد کی خوشی اور غم دونوں ہی ایسے ہوتے ہیں جو ہزار رنجشوں کے باوجود میاں بیوی کو آپس میں جوڑ دیتے

Copyright by New Era Magazine

ہیں۔اور ضامن شاہ نے وہ موقع گنوا کر اپنے اور اس کے درمیان پہلے سے موجود خلیج مزید گہری کر دی تھی۔

"آئی ایم سوری۔۔۔۔۔میں نے دیر کر دی آنے میں مہر ماہ۔ مگر اسکا یہ مطلب نہیں ہے کہ مجھے دکھ نہیں ہے۔تم جو مرضی ہے کہہ لو مگر حقیقت تو یہی ہے وہ میری بھی بیٹی تھی۔اس کے یوں جانے کا غم مجھے بھی ہے۔فرق صرف یہ ہے کہ تقدیر نے میرے ہاتھ باندھ کر مجھے حالات کی بے رحمی کے آگے ڈال دیا ہے۔جہاں سے سب کو بہر صورت میں ہی قصوروار نظر آرہا ہوں۔"

دونوں ہاتھ باہم سختی سے پیوست کیے گردن موڑے وہ اسے دیکھ رہا تھا جو بے آواز مسلسل آنسو بہا رہی تھی۔اسکی کوئی تاویل، کوئی وضاحت اب دل پر لگے قفل کو کھولنے میں ناکام رہی تھی۔مہر ماہ نے کروٹ دوسری طرف لے لی تھی جیسے اسکے ہونے نہ ہونے، کچھ کہنے یا نہ کہنے سے اب اسے کوئی فرق نہیں پڑتا تھا۔سب بے معنی ہو چکا تھا ۔ضامن کتنی دیر سر جھکائے لب بھینچے وہاں بیٹھا رہا تھا۔ان دو نفوس کے درمیان کمرے میں رقص کرتی خاموشی میں اک ان کہا سا درد پنہاں تھا جو ماحول کو اور بھی سوگوار بنا گیا تھا۔ایک کے پاس کہنے کو کچھ نہیں تھا تو دوسرے کو کچھ سننے کی خواہش

Copyright by New Era Magazine

نہیں رہی تھی۔وقت ابھی ان پر مہربان ہونے کو شاید تیار نہیں تھا۔وقت کے تھال میں انکے لیے ابھی کچھ اور بھی تھا۔

. . . . . .

.

اگلی صبح وہ بنا کسی کو بتائے واپس چلا گیا تھا۔تبریز شاہ کا غصہ آسمان چھو رہا تھا۔اسکے یوں بنا بتائے جانے پر وہ جو مصلحت سے کام لے رہے تھے برس پڑے تھے۔

"سمجھتا کیا ہے وہ خود کو؟چوروں کی طرح آدھی رات کو گھر میں داخل ہو کر صبح سورج نکلتے ہی فرار بھی ہو گیا۔یہ گھر ہے یا سرائے۔اسے اپنے سوا کوئی اور نظر نہیں آتا۔نہ کسی کی تکلیف محسوس ہوتی ہے۔"

جب سے زہرہ شاہ نے انہیں اسکے اچانک چلے جانے کا بتایا تھا وہ یوں ہی سیخ پا ہو رہے تھے۔بھائی اور بھتیجی کے سامنے الگ سبکی ہوئی تھی۔شمریز شاہ نے بڑے پن کا مظاہرہ کرتے اسکی غلطی کے باوجود پیش قدمی کی تھی مگر اسے کسی اور خیال ہی کب تھا۔ضامن کے لئے انکا دل اور بھی بد ظن ہوتا چلا گیا تھا۔

Copyright by New Era Magazine

رات کو اس نے مومن کے نمبر پر کال کر کے زہرہ شاہ سے بات کرنے کی خواہش ظاہر کی تھی۔ مومن نے پہلے تو اسے کھری کھری سنائی تھیں پھر اس کی آواز سے اس کے ٹھیک نہ ہونے کا احساس کرتے بادل نخواستہ موبائل جا کر امی کے ہاتھ میں دیا تھا۔

"ضامن یہ کیا حرکت تھی بیٹا؟ تمہارے ابو سخت ناراض ہیں تم سے یوں بنا بتائے جانے پر۔" موبائل کان سے لگاتے ہی وہ بے ساختہ بول پڑی تھیں۔

"امی سحر ٹھیک نہیں ہے۔" اس نے فقط اتنا ہی کہا تھا زہرہ شاہ چپ کر گئی تھیں ۔سارے گلے شکوے دم توڑ گئے تھے۔ وہ ماں تھیں بیٹے کی مجبوری، اسکی بے بسی اور تکلیف اکیسے محسوس نہ کرتیں۔

رات وہ مہر ماہ کے کمرے سے نکلا ہی تھا جب ڈاکٹر کی کال موصول ہوئی تھی سحر کی حالت پھر سے بگڑ گئی تھی اسے فوری بلایا جا رہا تھا۔ وہ بنا بتائے انہیں قدموں بھاگا تھا۔ جب وہ ہوسپٹل پہنچا تھا اسے انتہائی نگہداشت میں رکھا گیا تھا۔ ڈاکٹرز کسی صورت اسے ملنے کی اجازت نہیں دے رہے تھے۔ اسکے بے پناہ اصرار پر بلا آخر اسے کچھ دیر کے لئے اجازت دی گئی تھی۔ سیفٹی کٹ پہنے جب وہ کمرے میں داخل ہوا تو اسکا کمزور وجود کہیں مشینوں اور نالیوں میں جکڑا ہوا تھا۔ ضامن نے ڈبڈبائی آنکھوں کے ساتھ اپنا کانپتا ہاتھ اسکے یخ ٹھنڈے ماتھے پر رکھا تو سحر نے آنکھیں کھولی تھیں۔ صرف چند

Copyright by New Era Magazine

لمحوں کے لئے، لب اب بھی خاموش تھے۔ پھر اس کے سامنے اس نے آنکھیں موند لی تھیں۔

"وہ کومے میں چلی گئی ہے امی۔ آپ اس کے لئے دعا کریں وہ ٹھیک ہو جائے۔ آپ میرے لئے دعا کریں اللہ میری مشکلات میں آسانی لے آئے۔ میں بہت اکیلا محسوس کر رہا ہوں۔" وہ شاید رو رہا تھا۔ کمزور سی نڈھال آواز نے زہرہ شاہ کے دل کو کسی نے مٹھی میں لے کر بھینچ ڈالا تھا۔

انکا لاڈلا بیٹا اس مشکل وقت میں وہاں اکیلا تھا۔ اور وہ ڈٹ گئی تھیں۔ انکی ضد کے آگے ہار مانتے تبریز شاہ نے انہیں جانے کی اجازت دے دی تھی۔ وہ مومن کے ساتھ صبح سویرے ہی شہر کے لئے روانہ ہوئی تھیں۔ شام تک وہ ضامن کے ساتھ ہوسپٹل کے کوریڈور میں بیٹھی ہوئی تھیں۔ سحر کو ملنے کی اجازت نہیں تھی۔ اپنے پوتے کو بھی پہلی بار انہوں نے ہوسپٹل میں دیکھا تھا۔

تین دن تک زندگی و موت کی جنگ لڑتے بلا آخر سحر کا وجود ہار مان گیا تھا۔ ضامن کو چپ لگ گئی تھی۔ اس نے آخری بار اسی کا چہرہ دیکھا تھا اور پھر آنکھیں نہیں کھولی تھیں ۔ حویلی سے مومن آیا تھا۔ سحر کو اسکی خواہش کے مطابق سمیر کے پہلو میں سپرد خاک کیا گیا تھا۔

Copyright by New Era Magazine

زہرہ شاہ ایک ہفتہ ضامن کے پاس رہی تھیں اور پھر وہ واپس لوٹ آئی تھیں۔وہ آتے ہوئے اکیلی نہیں آئی تھیں بلکہ سات ماہ کا انس بھی ان کے ہمراہ تھا۔

. . . . . .

.

حویلی میں ضامن کی پہلی بیوی کی موت کی اطلاع سب کو چونکا گئی تھی۔اب اسکا بیٹا دیکھ کر اس معصوم کے لئے سبھی کا دل پسیج گیا تھا۔جو بھی ہوا تھا اس میں اس کا کوئی قصور نہیں تھا جس کو ابھی یہ بھی معلوم نہیں تھا کہ اس نے اپنی ماں کو کھو دیا ہے۔زہرہ شاہ اسکی دیکھ بھال خود کرتی تھیں۔تبریز شاہ نے کسی قسم کا کوئی رد عمل نہیں دیا تھا ۔آہستہ آہستہ سبھی اس سے مانوس ہوتے چلے گئے تھے۔

مہر ماہ کے لئے بھی سحر کی اچانک موت کسی شاک سے کم نہیں تھی۔اسے ضامن کے کیے کا دکھ تھا صدمہ و غصہ بھی تھا مگر اس نے کبھی اسکی بیوی بچے کا برا نہیں سوچا تھا ۔یہاں تک کہ جب گھر میں ضامن کو سحر کو طلاق دینے کے لئے فورس کیا جا رہا تھا تب بھی اس نے انکی حمایت نہیں کی تھی۔کسی اور کا گھر توڑ کر وہ خود کبھی خوش نہیں رہنا چاہتی تھی۔پھر اس کے طلاق دینے سے بھی جو ٹھیس اس کے دل کو پہنچ چکی تھی اس کی بھرپائی ممکن نہیں تھی۔

Copyright by New Era Magazine

اپنے غم سے ذرا سنبھلی تو وہ سب گھر والوں کے اصرار پر کمرے سے باہر نکل کر سب کے درمیان بیٹھنے لگی تھی۔ایسے میں انس سے سامنا بھی لازمی ہو جایا کرتا تھا۔مشارب کو اٹھاتے اسکے ساتھ کھیلتے اکثر وہ بھی گھٹنوں کے بل چلتا چلتا اس کے پاس آ جایا کرتا تھا ۔پھر صوفے کا سہارا لے کر کھڑا ہوتا بڑے غور سے اپنی بڑی بڑی آنکھیں اس پر جمائے دیکھا کرتا تھا۔وہ کبھی مشارب کو گدگداتی تو ساتھ ہی اسکی قلقاری بھی گونجنے لگتی۔ایسے میں مہر ماہ یوں ظاہر کرنے کی کوشش کرتی جیسے وہ اس کے آس پاس موجود ہی نہ ہو لیکن حقیقت تو یہ تھی کہ وہ چاہ کر بھی اسے نظر انداز نہیں کر پا رہی تھی۔ آہستہ آہستہ وہ اسکی توجہ کھینچ چکا تھا۔اور اس دن سب کی حیرت کی انتہا نہ رہی تھی جب اس نے کھانا کھاتے ہوئے اس کے قریب آنے پر نہ صرف اسے اٹھا لیا تھا بلکہ اس کو اپنے ہاتھوں سے کھیر بھی کھلائی تھی۔زہرہ شاہ کے دل میں اسے دیکھ کر ایک نئی امید جاگی تھی۔مہر ماہ کا انس کی جانب جھکاؤ انکی ڈھارس بڑھا گیا تھا۔تین ماہ ہونے کو آئے تھے اس دوران ضامن صرف ایک بار حویلی آیا تھا تب بھی وہ دونوں ایک دوسرے سے یوں بے گانگی لئے ہوئے تھے جیسے شناسائی کی کوئی رمق تک انکے رشتے میں باقی نہیں رہی تھی۔

Copyright by New Era Magazine

زہرہ شاہ نے جان بوجھ کر انس کی ذمہ داری رفتہ رفتہ غیر محسوس انداز میں مہر ماہ پر ڈال دی تھی۔ مہر ماہ خود نہیں سمجھ پائی تھی مگر کہیں نہ کہیں انس کے وجود میں اسکی روتی کرلاتی ممتا کو قرار آ گیا تھا۔ اس نے اپنی اولاد کھوئی تھی تو انس نے اپنی ماں۔ بیک وقت ان دونوں نے اپنے قریب ترین رشتے کھوئے تھے تو کہیں نہ کہیں اسے اپنا اور انس کا نقصان

ایک سا لگتا تھا۔

اس دن انس کو صبح سے ہی بخار ہو رہا تھا۔ شام تک دوا دینے کے باوجود جب بخار کم نہ ہوا تو مہر ماہ زارا کے ساتھ اسے ہوسپٹل لے گئی تھی۔ واپس آتے ہوئے مغرب کے قریب کا وقت ہو گیا تھا۔ انس اور اسکی دوائیاں لئے وہ زہرہ شاہ کے کمرے کی جانب بڑھی تھی جب دروازے پر اسکے قدم تھم گئے تھے۔ سامنے بیڈ پر زہرہ کے سامنے اسکی جانب پشت کیے وہ ضامن ہی تھا۔

"امی بھلا کیا ضرورت تھی انس کو اسکے ساتھ بھیجنے کی۔ آپ انس کی ذمہ داری مہر ماہ کے سر مت ڈالیں۔ وہ میرا اور سحر کا بیٹا ہے۔ میں نہیں چاہتا مہر ماہ اسے۔۔۔۔" وہ جھنجھلائی ہوئی آواز میں کہہ رہا تھا اور اس سے زیادہ سننے کی مہر ماہ میں سکت نہیں تھی ۔ تیز قدموں سے آگے بڑھنے پر زہرہ اور ضامن بیک وقت اسکی جانب متوجہ ہوئے

Copyright by New Era Magazine

تھے۔اسکے تنے ہوئے نقوش اور سرخ پڑتی رنگت بتا رہی تھی وہ ضامن کی بات سن چکی ہے۔

"آؤ مہرو۔آ گئی واپس۔کیا کہا ڈاکٹر نے؟"زہرہ شاہ نے بشاش سی آواز میں کچھ دیر پہلے کہے گئے ضامن کے لفظوں کا اثر زائل کرنا چاہا تھا۔

"موسمی بخار ہے۔رات تک ٹھیک ہو جائے گا انشاءاللہّ۔"ضامن کو سرے سے نظر انداز کیے وہ جھک کر انس کو زہرہ کی گود میں ڈال رہی تھی جواب بھی اسکی بڑی سی سیاہ چادر کو مٹھی میں مضبوطی سے جکڑے چہرے کے زاویے بگاڑتا رونے کی تیاری میں تھا ۔ضامن نے ایک نگاہ اسکے سپاٹ و بے نیاز چہرے پر ڈال کر ہاتھ بڑھاتے انس کو اٹھانا چاہا تھا مگر وہ بھی اپنے نام کا ایک تھا کو مہر ماہ سے دستبردار ہونے کو قطعی راضی نہیں تھا۔ بلا آخر مہر ماہ کو زبردستی اسکے ہاتھ میں سے چادر چھڑوانی پڑی تھی۔دوائیوں والا شاپر سائیڈ ٹیبل پر رکھتے وہ انس کے رونے کی پرواہ کیے بغیر کمرے سے نکل گئی تھی۔زہرہ شاہ نے اسکے جانے کے بعد تاسف سے بیٹے کو دیکھا تھا جو اب اپنے بیٹے کو گود میں لئے چپ کروانے کی سعی کر رہا تھا۔

"سن لیا ہے اس نے۔کیا ضرورت تھی یہ سب کہنے کی ضامن۔میں جب بھی پرامید ہوتی ہوں کہ شاید اب تم دونوں کے بیچ کی تلخیاں کچھ کم ہو جائیں تم ہر بار کوئی نہ کوئی

Copyright by New Era Magazine

نیا شوشہ چھوڑ ہی دیتے ہو۔" وہ اسے سخت نظروں سے دیکھتے خفا ہو رہی تھیں۔ ضامن بے دلی سے مسکرا دیا تھا۔

"ایسی امیدیں وابستہ کر کے آپ خود کو خواہ مخواہ ہلکان مت کیا کریں امی۔" وہ بات کو ٹال رہا تھا۔

"تو کیا ساری عمر یوں ہی گزار دو گے ایک دوسرے سے منہ موڑے۔ اچھی خاصی مہرو انس کے ساتھ گھل مل گئی تھی۔ اتنا خیال رکھتی ہے بچے کا وہ۔ اب تمہاری باتوں سے دل کس قدر دکھا ہو گا بچی کا۔"

"امی میں نے کوئی غلط بات نہیں کی۔ میں بھی اسی کے خیال سے کہہ رہا ہوں۔ انس سحر کا بیٹا ہے وہ جب سحر کو قبول نہیں کر پائی تو اسکی اولاد کو کیسے کرے گی۔ اسی لئے کہہ رہا تھا اس پر کسی قسم کا دباؤ مت ڈالیں۔ انس اسکی ذمہ داری نہیں ہے امی۔ اس کے ساتھ پہلے ہی جانے انجانے میں زیادتی ہوئی ہے مزید کی گنجائش نہیں ہے۔"

سنجیدگی سے کہتا روتے انس کو لئے وہ وہاں سے اٹھ گیا تھا۔

اپنے کمرے میں آ کر چادر اتارتے اس نے بستر پر پھینکی تھی۔ تیز تیز سانس لیتے دھپ سے بیڈ پر بیٹھتے اسکی گردن کی رگ پھولی ہوئی تھی۔

Copyright by New Era Magazine

"سمجھتے کیا ہیں خود کو۔میں کون سا انکے بیٹے کو اغوا کر لیتی جو یوں باتیں سنا رہے تھے ۔میرا اور سحر کا بیٹا ہے۔جتانا کیا چاہ رہے تھے وہ۔"آنکھوں میں نمی لئے وہ غم و غصے کے زیر اثر بڑبڑا رہی تھی۔

اس کا موڈ بری طرح آف ہوا تھا رات کو کھانے کے ٹیبل پر بھی وہ نہیں گئی تھی۔امی اور بھابھی کے اصرار پر بھی وہ کان لپیٹے رہی۔انس کا خیال غیر دانستہ طور پر آیا تھا۔پتہ نہیں اسکا بخار اترا بھی ہو گا یا نہیں؟کسی نے دوا پلائی ہو گی یا نہیں۔پھر شام کا واقعہ یاد آنے پر دل پر پتھر رکھ لیا۔

"مجھے کیا ضرورت ہے ہلکان ہونے کی۔باپ آیا ہوا تو ہے خود سنبھال لے گا۔ویسے بھی میرا لگتا ہی کیا ہے وہ جو فکر کرتی پھروں۔"سر جھٹک کر نخوت سے سوچتی وہ دل کی بے چینی پر خود کو شاید باور کروا رہی تھی۔

امی اسکے لئے کھانا کمرے میں ہی لے آئی تھیں۔دل تو نہیں چاہ رہا تھا مگر پھر بھی انکے کہنے پر اس نے زہر مار کر چند نوالے حلق سے اتار ہی لئے تھے۔

"مہر ماہ ایسا کب تک چلے گا بیٹا؟"وہ واش روم سے ہاتھ دھو کر آئی تو توقع کے بر عکس امی ابھی تک وہیں موجود تھیں۔انکے سوال میں چھپے مفہوم کو اچھے سے جان کر بھی وہ انجان بن گئی تھی۔

Copyright by New Era Magazine

"تمہاری اور ضامن کی بات کر رہی ہوں بیٹا۔اب تو سال ہونے کو آیا ہے تم دونوں کی اس ناراضگی کو چلتے۔بیٹا گھر اس طرح تو نہیں بسا کرتے۔ تھوڑی لچک تو عورت کو دکھانی ہی پڑتی ہے۔اور اب تو وہ بھی نہیں رہی جو وجہ تنازعہ تھی۔"اسکا ہاتھ پکڑ کر پاس بٹھاتے وہ رسان سے سمجھا رہی تھیں۔

"امی میرے اور ضامن کے درمیان وجہ تنازع سحر نہیں تھی۔مجھے دکھ تو اس بات کا ہے کہ ضامن نے اتنا عرصہ مجھ سے حقیقت چھپائے رکھی۔مجھے دھوکہ دیا انہوں نے ۔میرا اعتبار توڑا ہے۔"وہ پہلی بار کھل کر بات کرنے پر آمادہ ہوئی تھی۔آمنہ شاہ کو ذرا تشفی ہوئی۔

"مرد غلطی کر جاتا ہے بیٹا عورت اگر ہر بات پر پکڑ کرے تو گھر ٹوٹ جاتا ہے۔"

"اور دل جو ٹوٹتا ہے امی اسکا کیا؟"آنکھوں میں شکایت لئے وہ دوبدو بول اٹھی تھی۔

"ٹوٹے دل نظر نہیں آتے مگر ٹوٹے گھر بہت جلد نظروں میں آجاتے ہیں۔لوگ طرح طرح کی باتیں بناتے ہیں۔سن لو گی وہ سب۔جس مہرو کو میں جانتی ہوں وہ تو بچپن میں بھی چوٹ لگنے پر سب کے سامنے رویا نہیں کرتی تھی کہ بعد میں کوئی اس کے رونے کا مذاق نہ اڑائے۔مذاق تو لوگ گھر ٹوٹنے کا بھی بنا لیتے ہیں بیٹا۔پیٹ پیچھے سرگوشیاں کرتے ہیں۔قیاس آرائیاں ہوتی ہیں۔اور پھر دونوں فریقین میں سے ایک

Copyright by New Era Magazine

کو ظالم اور ایک کو مظلوم قرار دے دیا جاتا ہے۔مجھے تم بہت پیاری ہو مہرو۔مجھے ہی کیا حویلی کے ہر فرد کو عزیز ہو۔دیکھا نا تم نے بھائی صاحب نے تمہارے لئے اپنے بیٹے تک سے منہ موڑ لیا ہے۔مگر بیٹا ضامن بھی تو اپنا ہی بچہ ہے۔اسکی پریشانی اسکی تکلیف بھی تو ہمیں ہی تکلیف دیتی ہے۔جو ہوا اسے نصیب کا لکھا قبول کر لو گی تو آگے کی زندگی آسان ہو جائے گی۔اور ویسے بھی جب تم انس کو قبول کر سکتی ہو تو ضامن کو کیوں نہیں ؟"

"امی انس میرا قصور وار نہیں ہے مگر ضامن ہیں۔آپ پلیز مجھے اس طرح فورس مت کریں۔میں اپنی زندگی کا فیصلہ دلی آمادگی کے ساتھ کرنا چاہتی ہوں۔اور دل ابھی راضی نہیں ہے تو کیا کروں ؟مجھے کچھ وقت دیں۔شاید وقت کے ساتھ ساتھ دل بھی بہل جائے۔"سر جھکائے ہاتھوں کی لکیریں کھوجتی وہ مدھم آواز میں بول رہی تھی ۔آمنہ کے لئے فلحال اتنا ہی کافی تھا۔وہ مسکرا دیں۔اسکی پیشانی چوم کر اسے خود سے لگایا تھا۔

"میں دعا کروں گی اللہ میری بیٹی کا دل پھیر دے۔"

وہ جذب سے کہہ رہی تھیں جبکہ انکے ساتھ لگی مہرماہ کے ہونٹوں پر چپ آن ٹھہری تھی۔

Copyright by New Era Magazine

. . . . . .

.

رات کا نجانے کون سا پہر تھا جب دروازے پر ہلکی سی دستک دی گئی تھی۔ مہر ماہ کی کچھ دیر پہلے ہی آنکھ لگی تھی کچی نیند میں ہلکی سی دستک پر ہی وہ ہڑ بڑا کر اٹھی تھی۔ سوئے ہوئے دماغ نے پہلو میں لیٹے انس کو تلاشنا چاہا تھا پھر حسیں بیدار ہوئیں تو وہ بے دلی سے دوپٹہ لیتی اٹھ کر کپڑوں کی سلوٹیں جھاڑتی دروازے کی جانب بڑھی تھی۔ غیر متوقع طور پر سامنے ضامن کھڑا تھا۔ اسکی بازوؤں میں انس تھا جو رو رہا تھا اور اسے دیکھتے ہی باہیں کھولے اسکی طرف لپکا تھا۔ مہر ماہ نے ہاتھ آگے بڑھا کر اسے لینا چاہا تھا پھر اگلے ہی لمحے ہاتھ واپس پیچھے کرتے وہ سوالیہ نظروں سے ضامن شاہ کو دیکھنے لگی تھی جو خود بکھرے بالوں کے ساتھ آنکھوں میں نیند لئے کھڑا تھا۔

"انس رو رہا ہے۔" اسکے دیکھنے پر کھسیا کر جیسے اطلاع دی گئی تھی۔

"تو میں کیا کروں؟" خود کو پر سکون ظاہر کرتے اس نے ٹھنڈے ٹھار لہجے میں جواب دیا تھا۔ ضامن گڑ بڑا کر رہ گیا۔

"امی بتا رہی تھیں اسے تمہارے پاس سونے کی عادت ہو گئی ہے۔ شاید اسی لئے تنگ کر رہا ہے۔" اس نے صاف گوئی سے کام لیتے سارا ملبہ زہرہ شاہ پر ڈالنا چاہا تھا۔

Copyright by New Era Magazine

"تو عادت بدلیں اسکی۔بچہ ہے دو تین دن روئے گا پھر بہل جائے گا۔ویسے بھی اسکے باپ کو پسند نہیں ہے اس کا میرے آس پاس رہنا۔"طنز کرتے ایک چھبتی نظر اس پر ڈال کر وہ دروازہ بند کرنے لگی تھی جب ہونٹوں پر رینگتی مسکراہٹ کے ساتھ ضامن نے ایک ہاتھ بڑھا کر دروازہ بند کرنے کی کوشش ناکام بنادی تھی۔وہ اسکی باتوں کا غلط مطلب اخذ کیے ہوئے تھی۔اور اسکی ناراضگی بتارہی تھی وہ انس سے صحیح معنوں میں اٹیچ ہوچکی تھی۔

"یہ اپنے باپ جتنا صابر نہیں ہے جو عادتیں اتنی جلدی بدل لے گا۔تمہیں غصہ مجھ پر ہے تو سزا اس معصوم کو تو مت دو۔ویسے بھی میرے کہنے کا وہ مطلب نہیں تھا "-----

اسکی بات ابھی مکمل بھی نہیں ہوئی تھی کہ مہرماہ نے اسکے بازو میں سے انس کو اچک لیا تھا اور وہ بھی جو اتنی دیر سے بھونپو کی طرح بجے جارہا تھا فوری طور پر پر سکون ہو گیا تھا ۔ضامن نے حیرت سے اس ڈیڑھ فٹ کی مخلوق کو دیکھا تھا جس نے پچھلے دو گھنٹے سے اسکی ناک میں دم کرر کھا تھا۔

مہرماہ نے دروازہ بند کرنا چاہا تھا اس بار پھر ضامن نے اسکی چلنے نہیں دی تو وہ تپ کر اسکی طرف دیکھنے لگی۔

Copyright by New Era Magazine

"مجھے تم سے بات کرنی ہے۔اندر آسکتا ہوں؟"دروازے کے فریم سے کندھا ٹیکتے وہ گہری نظریں اس پر جمائے ہوئے تھا۔

"نہیں۔"قطعیت بھرا جواب جھٹ سے موصول ہوا تھا۔ضامن نے مایوسی کے سے انداز میں ہونٹوں کو اوہ کی شکل میں سکیڑا تھا۔

"کیوں؟"آدھی رات کو یوں کمرے کے باہر کھڑا وہ اس سے جرح کر رہا تھا اور اسے اس میں کوئی عار بھی محسوس نہیں ہو رہی تھی مگر مہر ماہ کو اب کوفت ہونے لگی تھی۔

"کیوں کہ یہ میرا کمرہ ہے۔"وہ چڑ رہی تھی۔آخر وہ چاہتا کیا تھا۔انس کو دینے آیا تھا وہ لے چکی تھی تو اب جا کیوں نہیں رہا تھا۔

"اوکے۔صحیح بات ہے یہ تو واقع ہی تمہارا کمرہ ہے۔"تائیدی انداز میں سر ہلایا گیا تھا۔"تو پھر ایسا کرتے ہیں ہمارے کمرے میں چلتے ہیں وہاں بات کر لیتے ہیں۔"دوستانہ لہجے میں آفر کی گئی تھی مگر دوسری طرف مہر ماہ کو پتنگے لگ گئے تھے۔

"بالکل نہیں۔وہ آپکا کمرہ ہے۔"اس بار زیادہ قطعی پن سے کہا گیا تھا۔ضامن کے ماتھے پر شکنوں کا جال سا بنتا چلا گیا۔

"اسٹاپ اٹ مہر۔تم میرے کمرے میں نہیں آسکتی میں تمہارے میں نہیں آسکتا تو بات کیسے ہو گی یار۔"وہ صحیح معنوں میں اسکی بچگانی باتوں پر تپا تھا۔

Copyright by New Era Magazine

"مجھے کوئی بات ہی نہیں کرنی آپ سے سنا آپ نے۔"انس کی چھیڑ چھاڑ سے اسکے بالوں پر ٹکا دوپٹہ سرک چکا تھا۔ان دونوں کی لاحاصل سی بحث کے برعکس وہ اب پر سکون لگتا تھا۔

ضامن نے ایک بھرپور نگاہ اس کے اوپر کی تھی جو ایک ہاتھ میں انس کو تھامے دوسرا مضبوطی سے دروازہ جکڑے کھڑی تھی۔

اگلے ہی لمحے وہ ایک ہاتھ سے اسے ذرا سائیڈ پر کرتا دوسرے سے دروازہ پورا دھکیل کر اندر نا صرف داخل ہو چکا تھا بلکہ کھٹ سے دروازہ بھی بند کر چکا تھا۔مہر ماہ اس اچانک پڑی افتاد پر جھٹکا کھا کر سنبھلی تھی ضامن نے اسے کندھے سے تھام لیا تھا ورنہ وہ یا تو خود گرتی یا انس کو گرا دیتی۔

اب وہ دونوں بازو سینے پر باندھے فاتحانہ مسکراہٹ کے ساتھ اسکا ہونق چہرہ دیکھ رہا تھا ۔چہرے کے تاثرات ایسے تھے جیسے اپنی اس چالاکی کو خود اس نے بہت انجوائے کیا ہو ۔مہر ماہ ذرا توقف کو جب صورتحال سے ہم آشنا ہوئی تو اس کے چہرے پر غصے کی لالی پھیلتی چلی گئی تھی۔

"یہ کیا حرکت تھی ضامن۔میں اور انس گر جاتے تو؟"وہ بھینچی ہوئی آواز میں چلائی تھی۔جواباً وہ بڑے دل سے مسکرایا۔

Copyright by New Era Magazine

"میں گرنے دیتا تب نا۔" وثوق سے کہتے انس کے گال پر ہلکے ہاتھ سے چٹکی کاٹی۔

"جائیں یہاں سے ابھی کہ ابھی۔" اسکو خون خوار نظروں سے گھورتے اسکا لہجہ ہر رعایت سے مبرا تھا۔

"اب تم زیادتی کر رہی ہو۔ کمرے میں آئے مہمان سے کوئی یوں بد سلوکی سے پیش آتا ہے کیا؟ بیڈ میسز زمہر ماہ ضامن۔" اک طائرانہ نگاہ اس کے کمرے پر ڈالتے وہ آگے بڑھ گیا تھا۔

"آپ کے لیول تک تو پھر بھی نہیں پہنچ سکتی۔ آپ تو زندگی میں داخل کر کے بد سلوکی پر اتر آتے ہیں۔ میری بد سلوکی تو صرف اپنے کمرے کی حد تک محدود ہے۔" جلے کٹے انداز میں کہتی سر تنفر سے جھٹکتی وہ انس کو لئے آگے بڑھ کر صوفے پر بیٹھ گئی تھی ۔اب وہ آگیا تھا تو اپنی سنا کر ہی جائے گا اس لئے اپنی توانائی خرچ کرنے کا ارادہ اس نے موقوف کر دیا تھا۔ انس کو اب نیند آرہی تھی وہ بار بار اپنا سر اسکے کندھے پر مار رہا تھا ۔اسکا سر چومتے وہ اسے گود میں ٹھیک سے لٹاتے تھپکنے لگی تھی۔

ضامن نے کمرے کا جائزہ ترک کر کے ابرو اچکا کر اسے دیکھا تھا پھر اسکے طنز کے نشتر پر سر دھنا۔

Copyright by New Era Magazine

"واہ واہ۔۔۔کیا زبانی گولا باری کرتی ہو یار۔ایسی کون سی بد سلوکی کر دی میں نے تم سے؟میں بھی تو سنوں ذرا۔"اسکے پہلو میں آ کر بے فکرے پن سے ٹکتے وہ معصومیت سے استفار کر رہا تھا۔مہر ماہ نے شکایتی نظروں سے اسے دیکھا تو اسکی ساری شوخی جھاگ کی طرح بیٹھتی چلی گئی تھی۔کمرے میں کچھ دیر تک گھمبیر خاموشی نے اپنا پڑاؤ ڈالا تھا۔پھر کچھ وقفے کے بعد اسکی بھاری سنجیدہ آواز گونجی۔

"میں یہ نہیں کہتا میری غلطی نہیں ہے مہر ماہ۔مگر اتنا ضرور کہوں گا اتنی بڑی بھی نہیں ہے کہ نا قابل معافی ہو۔میں نے غلط کیا تمہیں شادی سے پہلے سحر کے بارے میں نا بتا کر۔یہ میری بزدلی تھی یا تقدیر میں ہی ایسا ہونا لکھا تھا یہ بحث اب لا معنی ہے۔مگر میرا اللہ گواہ ہے میں نے تم دونوں میں انصاف کرنے کی پوری کوشش کی ہے۔سحر سے میری شادی بالکل اچانک ہوئی تھی۔مگر وہ ایک بہت اچھی ساتھی ثابت ہوئی میرے لیے۔میں جھوٹ نہیں بولوں گا مہر ماہ وہ میری زندگی کا ایک مختصر مگر خوب صورت باب تھی۔وہ ایسی تھی کہ باآسانی کسی کی بھی زندگی اور دل میں گھر کر لیتی۔اسکی بے غرضی، تمہارے لئے فکر و پرواہ مجھے شرمسار کرنے لگتی تھی۔وہ ایسی تھی مہر ماہ کہ کوئی بھی اسے اپنا ہمسفر بنا کر خود پر رشک کرتا۔"وہ بول رہا تھا اور مہر ماہ چپ چاپ اسے سن رہی تھی۔اتنے عرصے بعد کوئی ایسا ملا تھا جس سے وہ سحر کے بارے میں بات کر رہا تھا

Copyright by New Era Magazine

۔کچھ توقف رک کر اپنی کلائی پر بندھی ریسٹ واچ کے ساتھ چھیڑ چھاڑ کرتے وہ پھر سے بولا تھا۔

"مگر نہیں وہ خود غرض تھی تبھی تو اپنی بیماری کا مجھے کبھی بتایا ہی نہیں۔اپنی تکلیف میں مجھے کبھی حصہ دار بنانے کا سوچا تک نہیں یہ اسکی خود غرضی ہی تو تھی۔میری ساری فکریں اپنے اندر سمو لیتی تھی اور خود مجھے اپنی فکروں کی بھنک تک نہ لگنے دی۔" وہ اک جزب کے عالم میں بولے جا رہا تھا۔مہر ماہ کو اپنے دل میں اس دوسری عورت کے لئے کوئی کینہ کوئی حسد محسوس نہیں ہوا تھا۔وہاں کچھ بھی نہیں تھا سوائے افسوس کے۔ہاں اسے اسکی بیماری کا،اسکے اتنی سی عمر میں یوں دنیا سے چلے جانے کا افسوس ضرور تھا ۔

"وہ دنیا کی پہلی عورت ہو گی جو اپنے شوہر کی دوسری شادی کروا کر خوش تھی۔اسے لگتا تھا میں تمہاری امانت ہوں جسے وہ واپس تمہیں سونپ رہی ہے۔" وہ ہنسا تھا نم آنکھوں کے ساتھ۔مہر ماہ چونکی تھی۔کیا وہ صرف جھوٹ گڑھ رہا تھا صرف اور صرف اسکا دل سحر کی طرف سے صاف کرنے کے لئے؟ایسا تھا بھی تو اسکی بھلا کیا ضرورت تھی اسے سحر سے کوئی گلہ تھا بھی کب۔اسکے سارے شوے توضا من کی ذات سے تھے۔مگر اس کے چہرے پر سجی سچائی نے اس سوچ کی راہ کھوٹا کر دی تھی۔

Copyright by New Era Magazine

"میں تم سے ہمیشہ دل ہی دل شرمسار رہا ہوں مہر ماہ۔اپنا سچ چھپانے کے لئے۔یہی وجہ تھی اکثر میں چڑ کر تمہیں دکھ پہنچا دیا کرتا تھا مگر وہ بالکل لاشعوری طور پر ہوتا تھا جس کے بعد مجھے افسوس بھی ہوتا تھا۔کتنی بار جی میں آیا تمہیں سچ بتا دوں مگر پھر تمہیں کھونے کا خوف میری زبان بند کروا دیتا تھا۔ہماری زندگی میں بہت کچھ ایسا ہوتا ہے جو ہمارے نزدیک نہیں ہونا چاہیے شاید اسے ہی نصیب کا لکھا کہتے ہیں۔انسانی منصوبوں اور خواہشوں کے بالکل برعکس۔مگر کیا تم وہ سب بھول نہیں سکتی مہر ماہ؟"جھکے سر اور اٹھی آنکھوں کے ساتھ وہ اسے گردن ترچھی کیے دیکھ رہا تھا جو سر جھکائے آہستہ آہستہ غنودگی میں جاتے انس کو تھپک رہی تھی۔

"کیا بھولنا اتنا ہی آسان ہوتا ہے ضامن؟"سوال کے بدلے سوال کیا گیا تھا۔انس کی وجہ سے آواز معمول سے بھی دھیمی ہو گئی تھی۔

"اتنا مشکل بھی نہیں ہوتا بس دل کی گنجائش کی ہی تو بات ہے۔"

"اور اگر دل ہی ریزہ ریزہ ہو چکا ہو تو؟"

"تم اپنا ٹوٹا دل مجھے دے دو مہر۔میں اسے جوڑ لوں گا۔"برجستہ اس کے منہ سے نکلا تھا۔مہر ماہ نے شاکی نظروں سے اسے دیکھا تھا۔

Copyright by New Era Magazine

"مجھے کچھ وقت دیں ضامن۔اتنا کہ میں آپ پر پھر سے اعتبار کر سکوں۔ٹوٹا دل کسی کے حوالے کرنا پہلے سے زیادہ خطرناک ہوتا ہے۔اور شاید مشکل بھی۔" بنا جھجکے اسکی طرف دیکھتے وہ کھوئی کھوئی سی کہہ رہی تھی۔ضامن اسکی کیفیت سمجھتا تھا۔اسکی چوٹ گہری تھی زخم مندمل ہونے میں کچھ وقت تو لیں گے۔یہی سوچ کر اس نے آہستگی سے سر اثبات میں ہلا دیا تھا۔اس کی نگاہیں اسکی سونی پڑی کلائیوں پر ٹک گئی تھیں ۔کبھی وہ چوڑیوں کو اپنی کلائی سے جدا نہیں ہونے دیا کرتی تھی۔

"میں انتظار کروں گا اس وقت کا۔تم جتنا وقت لیتی ہو مجھے منظور ہے۔" کہہ کر جھکتے اس نے انس کی پیشانی چومی تھی کچھ اس طرح کہ غیر ارادی طور پر اسکا کندھا مہر ماہ کے بازو سے مس ہوا تھا۔اس نے تیزی سے رخ موڑ لیا تھا۔سیدھا ہوتا وہ آہستگی سے وہاں سے اٹھتا باہر نکل گیا تھا۔اسکے جانے کے بعد اس نے ایک گہری سانس خارج کرتے احتیاط سے انس کو اٹھایا تھا۔بیڈ کی طرف بڑھتے ہوئے اسکے قدم بھلے بوجھل تھے مگر دل کی کلفت اب اب پہلے سی نہیں رہی تھی۔

. . . . . .

.

Copyright by New Era Magazine

شہر واپس جانے کے بعد اسکا نئے سرے سے مہر ماہ سے رابطہ جڑا تھا۔ وہ روز اسے کال کیا کرتا تھا۔ معمول کی باتیں، انس کے بارے میں بہت ساری باتیں کرتے وہ بھولے سے بھی اس طرف نہیں جاتی تھی جہاں وہ امید کی ڈور تھامے کھڑا تھا۔ کبھی کبھی وہ اسے چھیڑتا تھا۔

"اب نہیں پوچھو گی میں واپس کب آؤں گا۔" لہجے میں سلگتے جذبوں کی آنچ لئے کہتا وہ اسکا دل زور سے دھڑکا جایا کرتا تھا مگر وہ انجان بن جایا کرتی۔

"آپ کا اپنا گھر ہے ضامن شاہ جب جی چاہے چلے آیئے گا۔"

وہ سادگی سے اتنا ہی کہتی تو ضامن شاہ ہنس دیا کرتا۔

"نہیں اس بار تم بلاؤ گی تب ہی آؤں گا۔" وہ بضد ہوتا تو آگے سے وہ خاموشی اختیار کر لیتی۔

گھر میں سب اسکی اتنی لمبی غیر حاضری کو لے کر اچنبھے میں تھے۔ یہاں تک کہ زہرہ شاہ نے اس سے کہا تھا وہ ہی شہر چلی جائے۔ ویسے بھی کافی مہینوں سے یہ بات گھر میں زیر بحث تھی کہ مہر ماہ کو اب ضامن کے ساتھ ہی رہنا چاہیے۔ تبریز شاہ نے خود ضامن سے کہا تھا بدلے میں اس نے یہ فیصلہ مہر ماہ پر چھوڑ دیا تھا۔ وہ چاہتا تھا وہ مکمل رضامندی سے اس کے ساتھ آئے نہ کہ اس کے یا گھر والوں کے کہنے پر۔ یہی سوچ کر سب سب

Copyright by New Era Magazine

گھر والے بھی خاموش ہو گئے تھے۔ضامن اور مہر ماہ کی صلح کے بارے میں سب جانتے ہی تھے اس لئے کسی حد تک مطمئین تھے۔

زہرہ شاہ کے کہنے پر مہر ماہ نے بنا کسی حیل و حجت کے ہامی بھر لی تھی۔اگلی صبح وہ سب کی دعاؤں کے زیر سایہ انس کو لے کر حاطب کے ساتھ شہر روانہ ہوئی تھی۔گھر میں کسی نے بھی ضامن کو اسکی آمد کی اطلاع نہیں کی تھی۔وہ خود بھی دوران سفر اسکے اچانک خود کو سامنے پا کر ملنے والے رد عمل کا سوچ کر مسرور تھی۔اس نے کہا تھا وہ اسکا انتظار کرے گا اور وہ اپنی بات پر قائم رہا تھا۔وہ جانتی تھی وہ کیا چاہتا ہے مگر پھر بھی ضامن شاہ اسکی چاہت کے احترام میں پیچھے ہٹ گیا تھا تو مہر ماہ شاہ نے بھی اسے صرف تین ماہ کا انتظار کروایا تھا۔اس سے زیادہ وہ اس کے معاملے میں کٹھور ہو بھی نہیں سکتی تھی۔

سرپرائز کے چکر میں انہوں نے ضامن کو اطلاع نہیں کی تھی تو اب چونکے حاطب پہلی بار وہاں آیا تھا اس لئے بنگلہ ڈھونڈنے میں کچھ دقت کا سامنا کرنا پڑا تھا۔

جس وقت انکی گاڑی اسکے رہائشی بنگلے کے سامنے آ کر رکی تھی شام کے سائے گہرے چکے تھے۔

حاطب چوکیدار سے بات کر رہا تھا۔کچھ دیر بعد دروازہ کھول دیا گیا تھا۔پورچ میں ضامن کھڑا حیرت و خوشی کی ملی جلی کیفیت میں گاڑی رکنے پر آگے بڑھا تھا۔حاطب

Copyright by New Era Magazine

سے بغل گیر ہوتے وہ بنا بتائے آنے کا شکوہ کر رہا تھا مگر نظریں گاڑی سے اترتی سیاہ چادر میں لپٹی مہر ماہ اور اسکی گود میں موجود انس پر تھیں۔ حاطب سے حال احوال پوچھ کر وہ اسکی جانب بڑھا تھا جو کچھ نروس سی کھڑی تھی۔ مہر ماہ کا سامان نکال کر ان دونوں کی طرف سے بے خبری کا تاثر دیتے حاطب اندر کی جانب بڑھ گیا۔ پاس آتے ہوئے انس کو اسکی گود سے لیتے وہ اب اس کا حال پوچھ رہا تھا جو اپنی گھبراہٹ پر قابو پاتے نارمل ہونے کی کوشش کر رہی تھی۔ پورا راستہ وہ اسکا ری ایکشن سوچ کر حظ اٹھاتی رہی تھی مگر یہاں آکر اپنی غیر ہوتی حالت پر اب اسے خود ہنسی آنے لگی تھی۔

اسکی ہمراہی میں وہ اندر کی جانب بڑھی تھی۔ ریفریشمنٹ کے بعد ضامن نے اسے پورا گھر دکھایا تھا۔ رات کا کھانا ہوٹل سے منگوایا گیا تھا۔ حاطب تو کھاتے ساتھ ہی اپنے لیے مختص کیے کمرے کی جانب بڑھ گیا تھا کہ صبح اسے واپس بھی جانا تھا۔ البتہ مہر ماہ انس کو سلا کر باہر لان میں آگئی تھی۔ موسم صاف تھا مگر کہیں کہیں چھوٹے چھوٹے بادل سیاہ آسمان پر ہوا خوری کے لئے جیسے نکل کھڑے ہوئے تھے۔ تاروں سے سجا آسمان اور اس پر تیرتا چاند آج سب نیا نیا لگ رہا تھا۔ کچھ دیر ٹہلنے کے بعد وہ دروازے کے باہر بنی سیڑھیوں پر بیٹھے اسے اپنے پیچھے قدموں کی چاپ سنائی دی تھی بنا مڑے بھی وہ جانتی تھی آنے والا کون ہے۔ اس لئے یوں ہی گھٹنوں پر بازو لپیٹے بیٹھی رہی تھی جب وہ

Copyright by New Era Magazine

ساتھ آکر بیٹھا تھا۔نیوی بلیو کلر کے کرتا شلوار میں ملبوس،اپنے مخصوص کلون کی بھینی سی خوشبو لیے تروتازہ اور قدرے مسرور سا۔حیرت انگیز طور پر مہرماہ نے بھی نیوی بلیو اور وائٹ سوٹ پہن رکھا تھا جیسے دونوں نے پہلے سے طے کر رکھا ہو۔کھانے کے ٹیبل پر حاطب تک نے اس بات پر انہیں چھیڑا تھا۔

"بھئی ہمیں تو سختی سے آرڈر کیا گیا تھا کہ ضامن کو آنے کے بارے میں کچھ نہ بتایا جائے اور خود ایسے لگ رہا ہے جیسے کلر تھیم بھی مل کر ڈیسائڈ کیا گیا ہو۔"

اسکے مزاق میں کیے تجزیے پر مہرماہ جھینپ کر رہ گئی تھی جبکہ ضامن کا قہقہہ بے ساختہ تھا۔

"خود سے آئی ہو یا گھر والوں کے اصرار پر چلی آئی ہو۔" باہر جلتی لائٹ کی روشنی میں اسکا چہرہ آنکھوں میں سموئے وہ سرسری سے انداز میں پوچھ رہا تھا۔

"کسی اور کے کہنے پر آنا ہوتا تو کب کی آچکی ہوتی۔" پاس کے گملے میں لگے پودے کے پتے پر نرمی سے انگلی پھیرتی وہ صاف گوئی سے کہہ رہی تھی۔

"تو تم اپنی مرضی سے آئی ہو"۔زیر لب ہنسی دبائے وہ الفاظ سے کھیل رہا تھا۔مہرماہ اسکی چالاکی پر مسکرائی تھی۔

آپ سننا کیا چاہتے ہیں۔"اسکی طرف رخ کیے اعتماد اس بار دیدنی تھا۔

Copyright by New Era Magazine

"وہی جو تم سنا نہیں رہی۔" گردن ہلا کر تاسف کا اظہار کیا گیا تھا۔

"کیا میرا آجانا ہی کافی نہیں ہے ضامن شاہ۔" اس نے جس انداز میں کہا تھا ضامن کے ہونٹوں پر مسکراہٹ رینگ گئی تھی۔ سر ہلا کر اس نے اعتراف کیا تھا۔ واقع ہی اسکا آجانا ہی کافی تھا۔

"مجھے لگا تھا میری سزا اتنی جلدی ختم نہیں ہو گی۔" اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیتے وہ اسکی کلائی میں سجی چوڑیوں کے مدھر سے شور میں گم سا کہہ رہا تھا۔

"اور مجھے لگا تھا میں اس سے زیادہ بے حسی کا خول خود پر نہیں چڑھا سکتی۔" اسکے ہاتھ میں مقید اپنے ہاتھ کو دیکھتی وہ شانت سی لگتی تھی۔ پر سکون و پر سرور۔

"یعنی کہ تمہیں اب بھی مجھ سے محبت ہے۔" وہ گھما پھرا کر پھر وہیں آن اٹکا تھا۔ مہر ماہ نے اسے گھورنا چاہا تھا مگر آج ان سیاہ نگینوں کی چمک سبز جھیلوں کو مات دے رہی تھی

۔

"مہر ماہ شاہ کو تو شروع سے ضامن شاہ سے محبت تھی بس ضامن شاہ ہی بے قدرا تھا جو کبھی اس کے دل کا خیال نہیں کیا۔" گردن اکڑا کر بڑی شان بے نیازی سے اظہار محبت بھی کر دیا گیا تھا اور ساتھ ہی اسے لتاڑ بھی لیا تھا۔ ایک تیر سے دو شکار۔ ضامن نے بڑی مشکل سے اپنی ہنسی روکی۔

Copyright by New Era Magazine

"ہاں ضامن شاہ اعتراف کرتا ہے وہ محبت کے معاملے میں کبھی مہر ماہ شاہ کا مقابلہ نہیں کر سکے گا۔ بلکہ وہ چاہے گا مہر ماہ شاہ یوں ہی ساری عمر اسے دیوانوں کی طرح چاہے اور ضامن شاہ اس معاملے میں اس سے دو قدم ہمیشہ پیچھے رہے۔" بدلے میں شریر سا انداز اپناتے ہوئے اس نے بھی دل کی بات کہی تھی مگر مہر ماہ کو سمجھ نہیں آیا تھا آیا وہ خوش ہو یا اسکی خود پسندی پر افسوس کا اعلان اظہار کرے۔ اسے متاسفانہ نظروں سے خود کو دیکھتے پا کر وہ ہنستا ہوا اٹھ کھڑا ہوا تھا ساتھ ہی ہاتھ بڑھا کر اپنی کشادہ شفاف ہتھیلی اس کے سامنے پھیلائی تھی۔ کچھ دیر ٹھوڑی اٹھا کر وہ اسے دیکھتی رہی تھی پھر پوری دلی آمادگی کے ساتھ اسکے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھ دیا تھا۔ اسکے ہاتھ پر اپنی گرفت مضبوط کرتے وہ اس کی طرف جھک کر کچھ کہتا ہوا اندر کی جانب بڑھا تھا جس پر مہر ماہ نے افسوس سے گردن کو جنبش دی تھی۔ آسمان پر تیرتا ٹوٹا چاند انہیں دیکھ کر مسکراتا بدلیوں کی اوٹ میں چھپتا چلا گیا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

ختم شد

Copyright by New Era Magazine

نوٹ

لکھا تھا جو نصیبوں میں ازام عبّاس پڑھنے کے بعد اپنی رائے سے ضرور آگاہ کریں۔ نظرِ ثانی کرتے ہوئے اس بات کو یقینی بنایا گیا ہے کہ کسی قسم کی غلطی نہ ہو اگر پھر بھی کوئی غلطی رہ گئی ہو تو اس کی نشاندہی ضرور کریں تاکہ ہم اس کو بہتر کر سکیں۔

تعاون کا طلبگار

ادارہ(نیوایرا میگزین)

ہمیں اپنی ویب نیوایرا میگزین(New Era Magazine)کیلئے لکھاریوں کی ضرورت ہے۔اگر آپ ہماری ویب پر اپنا ناول، ناولٹ، افسانہ، کالم، آرٹیکل، شاعری، پوسٹ کروانا چاہیں تو اردو میں ٹائپ کر کے مندرجہ ذیل ذرائع کا استعمال کرتے ہوئے ہمیں بھیج سکتے ہیں۔

(Neramag@gmail.com)

(انشااللہ آپ کی تحریر ایک ہفتے کے اندر اندر ویب پر پوسٹ کر دی جائے گی۔مزید تفصیلات کیلئے اوپر دیئے گئے رابطے کے ذرائع کا استعمال کر سکتے ہیں۔

شکریہ ادارہ: نیوایرا میگزین

Copyright by New Era Magazine